طلوع اسلام

جلد نمبر ۸ | کراچی : ہفتہ - ۱۶ - جولائی ۱۹۵۵ء | قیمت چار آنہ
شمارہ ۲۳ | | سالانہ دس روپے

قرآن نے کیا کہا؟

قرآن نے تمام مسلمانوں کو ایک امت (ایک قوم - ایک جماعت - ایک پارٹی) قرار دیا ہے - اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (۳/۱۰۹) - تم ایک بہترین قوم ہو جسے نوع انسانی کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے - یعنی تم سب ایک قوم کے افراد ہو اور تمہاری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ تم تمام انسانوں کے لئے منفعت بخش کام کرو - دوسری جگہ اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے - و کذالک جعلنکم امۃ و سطاً لتکونوا شھداء علی الناس (۲/۱۴۳) - اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک بین الاقوامی حیثیت کی امت بنایا ہے تاکہ تم نوع انسانی کے اعمال کی نگرانی کرو -

قرآن کی ان واضح تصریحات سے ظاہر ہے کہ تمام مسلمان ایک امت ہیں - لہذہ ان میں مذہبی فرقہ بندیوں یا سیاسی پارٹیوں کا وجود قرآن کی تعلیم کی کھلی ہوئی مخالفت ہے -

طلوع اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ ....

۱. تنہا عقل انسانی زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کیلئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی۔

۲. یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے۔ اس لئے نوع انسانی اب قرآن کے بغیر اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔

۳. حق و باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر روایت جو قرآن کے خلاف ہو یکسر غلط ہے۔

۴. حضور نبی اکرم نے انسانیت کو بلند ترین مقام پر پہنچایا لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں ایسی روایات شامل کر دیں جن سے حضور کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضور کی سیرت کو سمجھنے کا معیار خود قرآن کریم ہے۔

۵. قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک ہی نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

۶. اس نظام زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قانون شریعت کہا جاتا ہے)۔ یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔

۷. اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فرد یا معاشرہ اپنی ضروریات زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اسے ربوبیت عالمین (تمام نوع انسانی کی پرورش) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۸. ربوبیت عالمین کے مقصد عظیم کے حصول کے لئے قرآن کی رو سے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں اور رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ہوتی رہے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے۔ اسے قرآنی "نظام ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ ....

پاکستان میں اس کے بسنے والوں کی مشترکہ کوشش سے قرآنی نظام ربوبیت قائم ہو جائے جس میں صفات خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی مضمر صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح "زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے"۔

اگر آپ طلوع اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوع اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ فکری صلاحیت ★ نئی مجلس دستور ساز ★ استصواب کشمیر ★ خان عبدالغفار خان ★ بزم طلوع اسلام
★ سرگزشت اسلام ★ تاریخی شواھد ★ عورت کا قرآن ★ مجلس اقبال
★ خدا اور رسول میں فرق ★ باب المراسلات ★ عالم اسلامی ★ بین الاقوامی جائزہ

As. -/4/-

سلیم کے نام

نوجوانوں کے فکر کے و شبہات کا ازالہ
اور اسلام کی واضح تصویر ۔

صفحات ۱۸۰ قیمت چھ روپے

فردوس گم گشتہ

پرویز صاحب کے [illegible]
مجموعہ [illegible]

صفحات [illegible]

نئی مجلس دستور ساز

بننے سے پھر یہ سوال پیدا ہوگیا ہے کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا۔ یہ سوال بڑا اہم ہے۔ لیکن اس کا جواب؟ ۔ ۔ ۔ اس کے لئے دیکھئے ۔

قرآنی دستور پاکستان

جس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کے مطابق دستور پاکستان کیا ہوسکتا ہے؟ مملکت پاکستان کے لئے اسلامی آئین مرتب کرنے کی پہلی اور منفرد کوشش ۔ اس میں ان کوششوں کا محاکمہ بھی ہے جو دستور مرتب کرنے کے سلسلہ میں حکومت اور علماء کی طرف سے کی گئی ہیں۔ یہ دستور اور متعلقہ مباحث کی ایسی مکمل کتاب ہے جس کا مطالعہ آئین میں دلچسپی لینے والوں کے لئے ناگزیر ہے ۔

صفحات ۳۲۳ قیمت ۵ روپے آٹھ آنے

دستور کے ساتھ

آپ یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ اسلامی نظام کیا ہے اور اس کی عملی شکل کیا ہو سکتی ہے ۔ اس کے لئے آپ ملاحظہ کیجئے ۔

اسلامی نظام

جس میں اس موضوع پر مفسر قرآن جناب پرویز نے سیر حاصل بحث کی ہے اپنی قسم کی واحد کتاب ۔

صفحات ۱۸۰ قیمت ۵ روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۳ ۔ کراچی

قرآنی نظام ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار

طلوع اسلام

جلد ۸ | کراچی:- ہفتہ ۱۶ر جولائی ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۴

فکری صلاحیت

انسان اور حیوان میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ حیوان اپنی جبلت کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔ اس میں سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس انسان کو فکری استعداد دی گئی ہے کہ وہ ہر پیش آمدہ معاملہ پر غور و فکر کرے۔ اس کے ما لہ و ما علیہ کو سامنے رکھے۔ اور اس طرح کسی نتیجہ پر پہنچے۔ انسان کی فکری استعداد ہی ہے جس نے اس دنیا کو جو ابتداً مٹی کے گھروندے سے زیادہ کچھ نہ تھی اس قدر لطیف و نفیس اور شاداب و حسین بنا دیا۔ علم الاسماء (اشیائے کائنات کا علم) جسے آدم کا طغرائے امتیاز کہا گیا ہے۔ اس کی فکری صلاحیت ہی کا نتیجہ ہے اسی سے یہ مسجود ملائک اور مخدوم خلائق بنتا ہے۔ اسی سے یہ کائنات کی قوتوں کو جو قانون کی زنجیروں میں جکڑ دی گئی ہیں۔ اپنے مصرف میں لاتا ہے۔

نزول قرآن سے پہلے انسانی ذہن اپنی ناپختگی کے دور سے گذر رہا تھا۔ اس لئے اس کی فکری صلاحیت ہنوز خام تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس دور میں انفرادی طور پر ایسے لوگ پیدا ہوتے تھے۔ جن کی فکری صلاحیت اپنے دور سے بہت آگے ہوتی تھی۔ لیکن یہ اس دور کا کلیہ نہیں تھا۔ بلکہ مستثنیات تھیں تاریخ انسانیت میں قرآن وہ پہلا ضابطہ حیات ہے جس نے انسانی فکری نشو و نما کو بطور ایک تحریک کے پیش کیا اور اسے دین کا بنیادی تقاضا قرار دیا۔ اس نے کہا کہ اب وہ دور آ گیا ہے کہ۔

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (۸/۴۲)

جسے تباہ و برباد ہونا ہے۔ وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے برباد ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ بھی دلیل و برہان کی رو سے زندہ رہے۔

قرآن کی رو سے انسانی سطح کی زندگی ایمان کا نتیجہ ہے۔ اور حیوانی سطح کی زندگی کفر کی زندگی ہے۔ ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ انسان اور حیوان میں ما بہ الامتیاز خصوصیت فکری صلاحیت ہے۔ چنانچہ قرآن نے ان انسانوں کو جو عقل و فکر سے کام نہیں لیتے انسان نہیں حیوان قرار دیا ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ وہ لوگ ہیں لهم قلوب لا يفقهون بها ان کے پہلو میں دل تو ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس سے سمجھنے اور سوچنے کا کام نہیں لیتے۔ ولهم اعين لا يبصرون بها ان کی آنکھیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن یہ ان سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے ولهم اذان لا يسمعون بها ان کے کان ہوتے ہیں لیکن وہ ان سے سننے کا کام نہیں لیتے اولئك كالانعام بل هم اضل (۷/۱۷۹) یہ لوگ حیوانی سطح پر زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ ان سے بھی پست حالت میں دوسری جگہ اسی کو کفر کی علامت بتایا گیا ہے۔ جہاں کہا ہے کہ ان کے دلوں اور کانوں پر مہریں لگ جاتی ہیں۔ اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں (۲/۷) یعنی کفر کی زندگی حیوانی سطح کی زندگی ہے۔ جس میں عقل و فکر سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور ایمان کی زندگی انسانی سطح کی زندگی ہے۔ جس میں انسان غور و تدبر کے بعد راستے اختیار کرتا ہے۔ غور و فکر سے کام نہ لینے والوں کو قرآن نے شر الدواب (۸/۲۲) یعنی بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ قرآن غور و فکر پر کس قدر زور دیتا ہے۔ اس کا اندازہ سورۂ سبا کی اس عظیم آیت سے لگائیے جس میں رسول اللہ صلعم سے کہا گیا کہ قل انما اعظكم بواحدة ان سے کہہ دو کہ میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آپ غور کیجئے کہ وہ بات کتنی اہم ہوگی جس کے متعلق خدا کا رسول یہ کہتا ہے کہ میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بات کیا ہے؟ ان تقوموا لله مثنى وفرادى تم اکیلے اکیلے اور دو دو کر کے اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر کرو کیا؟ ثم تتفكروا (۳۴/۴۶) پھر تم غور و فکر کرو۔ یعنی یہ ہے وہ ایک بات جو وحی کی ہدایت کے مطابق رسول اللہ صلعم نے کہی۔ اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ قرآن کی رو سے غور و فکر کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اس سے

کبھی آگے بڑھتے۔ عام طور پر مومن کی سب سے بڑی صفت یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ خدا کے احکام پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتا چلا جائے۔ لیکن قرآن نے جو مومنین کی صفت بتائی ہے۔ وہ اس سے مختلف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مومن وہ ہے اذا ذكروا بآيت ربهم لم يخروا عليها صما وعميانا (۲۵/۷۳) کہ اور تو اور جب ان کے سامنے خدا کی آیات بھی پیش کیا جاتا ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے اس سے آپ اندازہ لگائیے کہ قرآن غور و خوض اور تدبر و تفکر کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ وہ آیات خداوندی کو بھی بلا سوچے سمجھے ماننے کی اجازت نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دروازہ بند ہی اس لئے کیا تھا کہ ذہن انسانی کی کڑیاں کھل جائیں۔ اس نے زندگی کے غیر متبدل اصول قرآن میں بیان کر دیئے۔ اور پھر یہ کہہ دیا کہ ان حدود کے اندر تمہیں پوری آزادی ہے کہ عقل و فکر سے کام لے کر اپنے لئے آپ فیصلہ کرو۔

چونکہ نبی اکرم صلعم قرآن ہی کے اصولوں پر عمل کرنے اور کرانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی عدیم النظیر تعلیم اور فقید المثال تربیت سے اپنے رفقائے کار کے دلوں میں حریت فکر اور آزادی رائے کا وہ جذبہ بیدار کیا۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ بڑے بڑے صحابہؓ تو ایک طرف۔ مدینہ کی لونڈیوں تک کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپ ان سے کوئی بات کہتے تو وہ پوچھتیں کہ یہ خدا کا حکم ہے یا آپ کا ذاتی مشورہ ہے۔ اور جب آپ فرماتے کہ وہ آپ کا ذاتی مشورہ ہے تو وہ بڑی آزادی سے کہہ دیتیں کہ معاف فرمایئے! اس باب میں ہماری رائے کچھ اور ہے۔ حضورؐ نے اپنی تعلیم و عمل سے فضا ایسی تیار کر دی تھی کہ اس میں نہ تو ایسا کچھ کہنے والوں کے دل میں یہ خیال گذرتا تھا کہ ہم کس سے یہ کچھ کہہ رہے ہیں۔ اور نہ ہی سننے والے کی پیشانی شکن آلود ہوتی کہ اس نے میرا مشورہ کیوں نہیں قبول کیا۔ یہ تھی وہ تربیت جس سے دنیا کے تاریک ترین خطہ میں رہنے والے لوگ دنیائے علم و فکر کی امامت کے سزاوار قرار پا گئے۔

یہ تو تھا زندگی کا طریق جسے قرآن نے متعین کیا اور جس پر رسول اللہ صلعم نے عمل کر کے دکھایا۔ لیکن اسلام کے خلاف جو سازشیں ابھریں انھوں نے سب سے پہلا وار یہ کیا کہ مسلمان پر غور و فکر کو حرام قرار دے دیا۔ انھوں نے یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ جو کچھ ہم تک اسلاف سے نقل ہوتا ہوا پہنچا ہے اسے اسی طرح تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اگر اس میں کوئی بات تمہیں کھٹکتی ہے۔ تو یہ کہہ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لینا چاہیے کہ ہمارے بزرگ بہر حال ہم سے بہتر علم رکھتے تھے۔ اس لئے ہم مجاز نہیں ہو سکتے کہ ان کے فیصلوں میں دخل اندازی کر سکیں۔ امت کے ساتھ یہ کچھ صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس قرآن نے عقل و فکر پر اس قدر زور دیا تھا اسکی حامل جماعت اور جس رسول (صلعم) نے حریت فکر و آزادی اس قدر پرورش کی تھی۔ اس کی نام لیوا امت نے فکر و تدبر کی صلاحیت سے یکسر محروم ہو چکی ہے۔ علمائے حیاتیات کا کہنا ہے کہ اگر کوئی نوع اپنے کسی عضو یا صلاحیت سے کچھ عرصہ تک کام لینا چھوڑ دے۔ تو فطرت اس عضو یا صلاحیت کو بیکار سمجھ کر نابود کر دیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں کے جمود و تعطل سے

مسلمان سے فکری صلاحیت سلب ہو چکی ہے۔ اور ان میں اگر کہیں کوئی صاحب فکر پیدا ہوتا ہے تو اس کا شمار مستثنیات ہی میں ہو سکتا ہے۔ پیشوائیت (Priesthood) کا مدار ہی اس پر ہے کہ قوم سے سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت کو سلب کر لیا جائے۔ انہیں بتایا یہ جائے کہ زندگی کے تمام معاملات کے فیصلے پہلے سے ہو چکے ہوئے ہیں۔ اور اب مسلمان کا کام یہ ہے کہ ان فیصلوں کو آنکھ بند کر کے قبول کرتا چلا جائے۔ چونکہ ان تمام کتابوں پر عبور حاصل کرنا جن میں اسلاف کے یہ فیصلے مذکور ہیں ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے عام افراد امت کو لامحالہ مذہبی پیشواؤں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان کی تکنیک یہ ہوتی ہے کہ جہاں کسی نے امت کو عقل و فکر کی دعوت دی یہ اسلاف کی عظمت و بزرگی کے نام پر عوام کے جذبات کو مشتعل کر دیتے ہیں۔ اور یہ طوفان بلا فکری دعوت کی اس آواز کو اپنی بے پناہ رو میں بہا کر لے جاتا ہے۔ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں ان لوگوں کو از خود قوت و اختیار حاصل ہو۔ جہاں انہیں اقتدار حاصل ہو وہاں انکا ہاتھ براہ راست اس کے گلے تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے فکری دعوت کی آواز نکلی ہو۔ مسلمانوں کی تاریخ میں یہی کچھ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور یہی آج ہو رہا ہے۔

پاکستان میں اس کی توقع تھی کہ یہاں نظام زندگی علم و فکر کی ان روشوں پر استوار کیا جاسکیگا۔ جنہیں قرآن نے متعین کیا۔ اور حضور نبی اکرمؐ نے پروان چڑھایا تھا۔ لیکن یہاں بدقسمتی سے پیشوائیت کی قوتیں اس طرح طوفان بن کر اٹھ کھڑی ہوئی ہیں کہ انھوں نے سوچ اور بچار اور فکر و تدبر کے تمام راستے روک دیئے ہیں۔ پاکستان اس وقت ایک بڑے نازک دوراہے پر کھڑا ہے۔ اگر اس نے فکر و بصیرت کے اس راستے کو اختیار کر لیا جسے قرآن نے وجہ شرف انسانیت قرار دیا ہے۔ تو یہ نہ صرف اہل پاکستان کی سربلندی و سرفرازی کا ضامن ہو جائیگا بلکہ دنیا کی امامت بھی اس کے حصہ میں آجائے گی۔ لیکن اگر اس پر جمود و تعطل کی رجعت پسند قوتیں غالب آگئیں تو یہ نہ صرف کالانعام رہ جائے گا بلکہ ان سے بھی اضل۔

ہم ملک کے اس طبقے سے جو عقل و فکر کو کچھ بھی اہمیت دیتا ہے پوچھتے ہیں کہ کیا انھوں نے اس دوراہے کی نزاکت کا کچھ بھی احساس کیا ہے۔ جس پر پاکستان اس وقت کھڑا ہے؟ اگر انھوں نے اس کا احساس کیا ہے تو پھر انھوں نے اسے اس ہلاکت سے بچانے کے لئے کیا تدبیر سوچی ہے؟ طلوع اسلام ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے آپ کی تجاویز و تدابیر دوسروں تک پہونچ سکتی ہیں۔ اور اس طرح آپ سب میں باہمی تعاون کا رشتہ قائم ہو سکتا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ اس ذریعے سے فائدہ اٹھائیں۔ اور اپنے آپ کو اور اپنی آنے والی نسلوں کو تباہی سے بچانے کی کوشش کریں چونکہ یہ کوشش قانون فطرت کے مطابق ہوگی اس لئے اس قانون کی تائید و نصرت بھی آپ کے ساتھ شامل ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اس طرح اس "سفینۂ برگ گل" کو گرداب بلا سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو جائیں۔ واللہ المستعان۔ علیہ توکلت۔ والیہ انیب۔

تماشاگاہ مری

سات طویل سالوں میں اسلامی دستور تو کیا ایک عام دستور تک مرتب نہ کر سکنے کی وجہ سے جب گورنر جنرل نے کم و بیش نو ماہ پیشتر پاکستان کی پہلی دستور ساز مجلس کو برطرف کیا تو ملک میں بجا طور پر مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی تھی اور اس اطمینان قلب کا عام طور پر اظہار کیا گیا تھا کہ اب ارباب سیاست کی سازشوں کا قلع قمع ہو جائیگا اور تسوید آئین کی راہ میں نام نہاد واضعین آئین کی خود غرضی، اقتدار پرستی اور نااہلیت نے جو موانعات پیدا کر دیئے تھے اور جن کی بدولت کاروبار آئین سازی متاخر ہی نہیں پر پیچ بھی ہو گیا تھا وہ بالآخر راستے سے ہٹا دیئے جائیں گے اور اب پاکستان کا آئین بلا دشواری مرتب ہو جائے گا۔ چند دن ملک میں اس خوش فہمی کا دور دورہ رہا اور یہ بلا وجہ نہیں تھا۔ جن ماہرین حکومت کو وحدت اور ترتیب آئین کے کام پر مامور کیا گیا انھوں نے حیرت انگیز حد تک قلیل مدت میں ان کی تکمیل کر لی اور یہ اعلانات کئے جانے لگے کہ وحدت اور آئین کے نفاذ کے لئے بس بٹن دبانے کی دیر ہے۔ سات سال کی ناامیدی اور بد دلی کے بعد اس سے زیادہ خوش کن اور حوصلہ افزا اعلان اور کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن

اے با آرزو کہ خاک شدہ

مجلس آئین کے پٹے ہوئے مہرے اٹھے اور ارباب حکومت کے گلوگیر ہو گئے۔ قریب آٹھ مہینے تک یہ دنگل ہوتا رہا۔ سیاست کے پہلوان تو اس میں محو رہے کہ یہ گرا، اس کی پیٹھ لگی۔ لیکن ملک میں پھر عام بد دلی پھیل گئی اور پھر پہلا سا کال پیدا ہو گیا گذشتہ آٹھ مہینے ملک کے لئے برطرف مجلس دستور ساز کے سات سال سے کسی طرح کم کرب انگیز و جاں گسل نہیں تھے۔

بارے ہزار ذلتوں اور جگ ہنسائیوں کے بعد جدید مجلس دستور ساز معرض وجود میں آئی۔ اگرچہ ملک میں جس قسم کی افسردگی اور بددلی چھا گئی تھی اس سے اس جدید مجلس کے وجود پذیر ہونے سے کوئی خاص گرم جوشی پیدا نہیں ہوئی، بایں ہمہ نامکمل کام کے تکمیل پذیر ہونے کے کچھ آثار ضرور نظر آنے لگے ملک بھر کی نظریں مری پر جمنے لگیں۔ یہ دور افتادہ، اونچا اور صحت بخش مقام تھا اور یہ توقع وابستہ کی جانے لگی کہ ہمارے نئے واضعین آئین سیاسی ہنگاموں سے دور اور سازشوں سے بالا ہو کر صحت مندانہ فضا میں پوری یکسوئی سے اپنے فریضۂ منصبی کی بجا آوری میں منہمک ہو جائیں گے۔ لیکن بہ زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست کے مصداق مری میں شروع ہی سے وہ کچھ ہونے لگ گیا جس سے تنگ آکر سابقہ اسمبلی کو توڑا گیا تھا۔ وہاں کی خلوت گاہوں میں جو ہوا سو ہوا اسمبلی ہال کی جلوتوں میں جو کچھ ہوا وہ بھی غیرت والوں کو آب آب کر دینے کے لئے کافی ہے۔

تادم تحریر جدید مجلس دستور ساز کے تین اجلاس منعقد ہوئے ہیں۔ پہلا ۷ر تاریخ کو دوسرا ۸ر کو اور تیسرا ۱۱ر کو۔ ان تین دنوں کی کیا صرف پہلے دن کی کارروائی بلکہ آغاز کار ہی کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ "ترا اے کاش کہ مادر نہ زادے"۔

یہ ناقابل رشک امتیاز اس بدقسمت ملک کو ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ ہنوز ارکان دستوریہ نے حلف بھی نہیں اٹھائے تھے اور بقول وزیر قانون وہ باقاعدہ رکن بھی نہیں بن پائے تھے کہ ایک صاحب نے یہ ہنگامہ پیدا کر دیا کہ فلاں صاحب کو عارضی صدر کیوں بنا دیا گیا ہے۔ اور اس پر جو بات چلی ہے تو پھر اپنے کینوں اور قساوتوں کے اس قسم کے مظاہرے ہوئے جنہیں دیکھکر کوئی غایت درجہ کا شقی ہوگا جو یہ یقین کریگا کہ یہ پاکستان کے وہ فرزند ہیں جنہیں قوم نے اس لئے منتخب کر کے یہاں بھیجا ہے کہ یہ اس اہم فریضہ کو سرانجام دیں جو آٹھ سال تک سرانجام نہیں دیا جا سکا اور جس کے بغیر ان کا ملک سرزمین بے آئین کہلا رہا ہے۔

کیفیت کار سے صرف نظر کر کے اگر ہم محض کمیت کار کو دیکھیں تو بھی بار ندامت سے سر جھک جاتا ہے۔ ۱۰ر جولائی کو مجلس کی تین بڑی جماعتوں نے یہ متفقہ اعلان کیا کہ ۱۲ کو اجلاس ختم کر دیا جائے اور اس کے بعد آئندہ اجلاس ۵ر اگست کو کراچی میں منعقد کیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ جماعتیں اس کے علاوہ کسی ایک نقطہ پر مجتمع نہیں ہو سکیں، ان کا اتفاق بھی ہوا تو اس پر کہ اجلاس ملتوی کر دیا جائے اور مقام اجلاس بدل دیا جائے۔ محض وقت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک مہینہ یونہی ضائع ہو جائیگا۔ اس سے لامحالہ آئین کی تیاری میں مزید تاخیر واقع ہوگی۔ گویا ۲۴ر اکتوبر کے گورنر جنرل کے فرمان کے بعد جس کام کے دو ماہ میں پورے ہو جانے کی قومی امید تھی وہ ایک سال بعد تک بھی نافذ العمل نہیں ہو سکے گا۔ اس سے وحدت مغربی کا کام بھی خواہ مخواہ تعویق میں پڑ گیا۔ پہلے یہ خیال تھا کہ یکم جنوری سے اس کا نفاذ ہو جائے گا۔ پھر یہ تاریخ ۲۳ر مارچ تک ملتوی کی گئی۔ اب ۱۴ر اگست کا اعلان تھا۔ لیکن مری کی تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ جشن آزادی کے موقع پر وحدت کا نفاذ تو ایک طرف اس کا مسودہ قانون تک بھی منظور نہیں ہو سکے گا۔ یہ لچھن ہیں مجلس دستور ساز کے اور وزیر اعظم صاحب کہتے ہیں کہ آئین کا کام دو ماہ میں مکمل ہو جائیگا۔

اب نیا اجلاس مری کی بجائے کراچی میں منعقد ہوگا۔ ہم نے آج تک قصداً مری کے انتخاب پر کچھ نہیں لکھا تھا گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا، ہم نے اسے نظر انداز کیا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اہمیت کام کی تھی نہ کہ جگہ کی۔ اگر یہ کام مری میں اطمینان اور عافیت سے طے پا سکتا تو اس سے خنک تر اور خوش تر شہر اور کونسا ہو سکتا تھا۔ لیکن چار اجلاس منعقد کر کے مری کو خیرباد کہہ دینا ہمارے نزدیک غایت درجے کی معاملہ نافہمی اور بداندیشی ہے۔ اگر مری کا انتخاب صحیح تھا اور وہ جگہ کام کے لئے موزوں تر تھی تو اس کے بدلنے کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے تھی۔ اور اگر یہ انتخاب غلط تھا تو حکومت نے تبدیلی کے مطالبہ کے باوجود اس پر جو ضد کی وہ ناقابل فہم اور درخور مذمت ہے۔ مری میں سارے اجلاس منعقد کرنے میں کچھ مصلحت ہو یا نہ ہو وہاں پر چار اجلاس منعقد کرنے میں یقیناً کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی۔ وہاں اجلاس کے لئے کوئی ہال

نہیں تھا۔ چنانچہ کلب ہال کو خاص طور پر اس لئے تیار کیا گیا۔ اجلاس کے لئے فرنیچر مہیا کیا گیا۔ ارکان دستوریہ کے لئے رہائش کا بندوبست کیا گیا اور ان کے لئے دیگر آسائشیں مہیا کی گئیں۔ اسمبلی کے دفاتر کے ضروری حصے کراچی سے مری لے جائے گئے یہ چند چیدہ شقیں ہیں جن پر جتنا کچھ بھی خرچ کیا گیا۔ وہ فضول اور بیکار ثابت ہوا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس میں کونسی مصلحت تھی اگر حکومت کو مری کلب کی سرپرستی مقصود تھی۔ تو اسے عطیہ دیا جاسکتا تھا۔ اگر ارکان دستوریہ کو مری کی سیر کرانے کا خیال تھا تو اس کی دوسری صورتیں بھی پیدا کی جاسکتی تھیں۔ لیکن یہ کیا ضرور تھا کہ ملک اور قوم سے مذاق کیا جائے؟! اس ضیاع اور زیاں کے لئے ہم تنہا حکومت کو ذمہ دار قرار نہیں دیتے۔ اس جرم میں ارکان مجلس دستور ساز بھی شریک ہیں جو مواخذہ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ مری کے انتخاب کے بارے میں حکومت کے خلاف جو کچھ بھی کہا جائے۔ یہ حقیقت بدل نہیں سکتی کہ ارکان مجلس نے اس مسئلہ کو سیاست کا مسئلہ بنا دیا۔ جن جن افراد کو حکومت سے ذاتی شکایت تھی انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ مری میں رہنے سے ملک کو فائدہ پہنچے گا یا نہیں یا اب یہاں سے لاد لدا کر کراچی چلے جانے سے کیا نقصان ہوگا! انھوں نے صرف یہ دیکھا کہ حکومت کا فیصلہ ہے لہٰذا اس کی مخالفت ضروری ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر اب بھی ان میں سے کسی کو حکومت کی کرسی مل جائے تو ان کی مخالفت آن واحد میں ختم ہو جائیگی۔

سطور بالا میں ان امور کی طرف توجہ دلانے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ اب بھی اس گھناؤنے کھیل کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اور کامل توجہ سے پیش نظر کام کو نپٹایا جاسکتا ہے اگر کراچی میں بھی یہی داستان دہرائی گئی تو جدید مجلس دستور ساز بھی سابقہ مجلس سے بہتر سلوک کی مستحق نہیں رہے گی اور اس کا ٹھکانہ بھی اسی قبرستان میں ہوگا۔ جہاں اس کی پیش رو کا مدفن ہے۔

کس قدر سوختہ بخت ہے یہ ملک اور کتنے بدنصیب ہیں اس ملک کے رہنے والے! ان واقعات سے بار بار حقیقت سامنے آتی ہے کہ جس ملک کے سیاسی شعور اور قومی کردار کا یہ عالم ہو اسے جمہوریت راس آہی نہیں سکتی۔

استصواب کشمیر

وزیر اعظم محمد علی صاحب مہینوں کے انتظار کے بعد بالآخر مئی کے مہینے میں پنڈت نہرو سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہوئے تو آپ نے دنیا بھر کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ دہلی کے مذاکرات میں بات آگے بڑھی ہے اور انھیں ناکام نہیں کہا جاسکتا۔ یہ خوش فہمی صرف انہی کی ذات تک محدود تھی اور ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے مذاکرات سے متعلق اطلاعات کو پڑھا ہو اور ان سے یہ استنباط کیا ہو کہ ہندوستان کی ضد میں ایسی کمی واقع ہوئی ہے جس سے یہ توقع وابستہ کی جاسکتی ہو کہ استصواب کشمیر کے مسلّمہ اصول کی جزئیات طے ہوسکیں گی اور ان پر عمل درآمد کیا جاسکیگا۔ وزیر اعظم صاحب کے ابتدائی بیانات الجھن کن ہی نہیں تھے بلکہ پریشان کن بھی تھے کیونکہ ان سے یہی مترشح ہوتا تھا کہ استصواب کے موقف سے انحراف کر لیا گیا ہے اور اب اہل کشمیر کی منشا جاننے کا کوئی اور ذریعہ اختیار کیا جائیگا۔ شدید نکتہ چینی کے جواب میں آپ نے بالآخر وضاحت فرمائی اور اعتراف کیا کہ وہ بیانات دیتے وقت "بلند آواز سے سوچ رہے تھے" ورنہ جہاں تک کشمیر کے مستقبل کا تعلق ہے وہ استصواب اور صرف استصواب کے ذریعہ طے ہوگا۔ اور پاکستان نہ اس مطالبہ سے دستبردار ہوگا اور نہ اقوام متحدہ سے مقدمہ کشمیر واپس لیگا بلکہ اگست کی ملاقات کے بعد سمجھوتہ نہ ہوسکا تو کشمیر کو پھر سے سلامتی کونسل میں پیش کر دیا جائیگا۔

یہ اعلان اس اعتبار سے غنیمت تھا کہ اس میں پہلی مرتبہ صاف گوئی سے کہا گیا تھا کہ پاکستان عمر بھر ہندوستان کا منہ تکتا نہیں رہیگا بلکہ آئندہ مذاکرات کے نتیجے کو دیکھے گا اور اگر بات نہ بنی تو براہ راست مذاکرات کے فریب کا پردہ چاک کر کے معاملہ پھر سے سلامتی کونسل کے روبرو پیش کر دیگا۔ اس قسم کے واضح اعلان کی بہت عرصے پہلے ضرورت تھی کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ استصواب کو اصولاً تسلیم کرنے کے باوجود ہندوستان اسے عملاً بے کار بناتا چلا آرہا ہے اور اس میں اس نے کم وبیش سات سال گذار دیئے ہیں۔ کشمیر کو اتنے طویل عرصے کیلئے معلق رکھنا چالیس لاکھ بندگان خدا کو عذاب عظیم میں مبتلا کرنا ہے کیونکہ مظلوم و بیکس کشمیری ہندوستان کی بے رحم فوجوں کے تصرف میں ہیں اور انھیں معمولی شہری آزادی تک میسر نہیں۔ ان کے جذبۂ آزادی کو بڑی شدت سے کچلا جارہا ہے۔ فوج کے علاوہ بخشی غلام محمد کی نیشنل کانفرنس کے نام نہاد "امن بریگیڈ" نے بھی ایک آفت مچا رکھی ہے۔ چند دن ہوئے لندن کے اخبار ٹائمز نے اپنے نمائندے کے حوالے یہ خبر شائع کی تھی کہ صرف ایک شہر اننت ناگ میں محض اس لئے باشندوں کو مارا پیٹا اور لوٹا جارہا ہے کہ وہ شیخ عبداللہ کے حامی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کشمیر کو ہندوستان میں مدغم کیا جارہا ہے اور اس ادغام کو مستقل بنانے کے لئے ساری ریاست کو ہندو بنایا جارہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں کشمیر کے شہری بننے کی سابقہ شرائط کو بدل کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو شخص دس سال تک ریاست میں رہے اور غیر منقولہ جائداد بنا لے وہ اس کا شہری کہلائے گا۔ اس کا ایک ہی نتیجہ نکلیگا اور وہ یہ کہ ریاست میں اکثریت ہندوؤں کی ہو جائے گی۔ اس اکثریت سے جو ممکن نتائج ہوسکتے ہیں ان کا تصور چنداں دشوار نہیں۔

کشمیر میں یہ کچھ علانیہ اور بڑی ڈھٹائی سے ہورہا ہے لیکن حکومت پاکستان ہے کہ وہ خاموشی سے اس کا تماشا ہی نہیں دیکھ رہی بلکہ وزیر اعظم صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ دہلی کے مذاکرات میں بات آگے بڑھی ہے۔ بات کہاں تک آگے بڑھی ہے؟ اس کا پیمانہ شائد پنڈت پنت کے تازہ بیانات ہیں۔ پنڈت پنت ہندوستان کے وزیر داخلہ ہیں اور انھیں یوپی وزارت سے ہٹا کر خاص طور پر پنڈت نہرو کا ہاتھ بٹانے کے لئے مرکز میں لایا گیا تھا۔ ان کی پوزیشن کا اندازہ اس سے بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مذاکرات دہلی میں شریک رہے ہیں۔ انھیں پنڈت نہرو کا دست راست اور ضمیر بردار کہا جاسکتا ہے۔ انھوں نے ۷؍جولائی کو سرینگر میں اعلان کیا کہ "سرینگر اسمبلی" کی وساطت سے اہل کشمیر کی مرضی اور رائے دریافت کی جا چکی ہے "اسمبلی" کا فیصلہ عوام کا فیصلہ ہے اور اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا خط متارکہ کے اس طرف (یعنی مقبوضہ کشمیر میں) تو استصواب کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ اب دوسری طرف (یعنی آزاد کشمیر) کو اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر کشمیر کا مسئلہ اتنا عرصہ طے نہیں ہوسکا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان ناممکن القبول شرائط پیش کرتا رہا۔ کم وبیش اسی بیان کو انھوں نے پھر دہرا دیا۔ اس کے بعد ۹؍جولائی کو تو اور کھل کر بات کردی یعنی یہ کہ جن حالات میں ہندوستان نے استصواب کا وعدہ کیا تھا اب وہ بدل چکے ہیں۔ لہٰذا اب استصواب کا معاملہ ختم سمجھنا چاہیئے۔

گو اس سے پہلے بھی ہندوستان کے ذمہ دار لیڈروں نے ازراہ غایت غیر ذمہ داری افسوسناک بیانات دیئے ہیں اور اس اعتبار سے پنڈت پنت کے تازہ بیان پر اچنبھا نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اسکو کیا کہا جائے کہ ہر غیر ذمہ دارانہ بیان موقع اور محل سے خصوصی مناسبت رکھتا تھا اور وہ ہندوستانی ذہنیت کا صحیح صحیح آئینہ ہوتا تھا۔ اب پنڈت پنت اس میدان میں اترے ہیں تو انھوں نے مطلقاً اس کا خیال نہیں کیا کہ دونوں وزرائے اعظم کے درمیان مذاکرات ہورہے ہیں اور وہ ابھی ختم نہیں ہوئے۔ لہٰذا فی الحال کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے ان پر زد پڑنے کا احتمال ہو لیکن اس نزاکت کو سمجھنا تو ایک طرف وہ سرے سے اس اساس کو کالعدم قرار دے رہے ہیں جن پر مذاکرات کئے جارہے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فراموش کردیا کہ جب ۱۹۵۱ء میں کشمیر کی نام نہاد مجلس دستور ساز سنگینوں کے نوک پر معرض وجود میں لائی گئی تھی اور پاکستان نے اس کیخلاف احتجاج کیا تھا تو ہندوستان نے سلامتی کونسل میں اعلان کیا تھا کہ [illegible] البتہ ہوسکتا ہے کہ حکومت ہند اس کی رائے یا فیصلے کی پابند نہ ہوگی۔ لہٰذا اس کے مذاکرات اسی اصل پر جاری رہیں کہ کشمیر کا فیصلہ بذریعہ استصواب ہوگا۔ گذشتہ سال دہلی میں وزرائے اعظم کی ملاقاتوں کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ شائع ہوا تھا اس میں بھی یہ مذکور تھا کہ اہل کشمیر کی رائے دریافت کرنے کا صحیح ترین طریقہ استصواب رائے ہے۔ اب پنڈت پنت کا یہ کہنا کہ استصواب مقبوضہ کشمیر میں ہوچکا ہے اور اب اسے آزاد کشمیر میں ہونا چاہیئے یا یہ کہ حالات ایسے بدل چکے ہیں کہ استصواب سرے سے خارج از بحث ہوگیا ہے، اس بات کی دلیل ہے کہ ہندوستان تقسیم کشمیر کے حق میں فضا پیدا کر رہا ہے۔ تقسیم سے متعلق ایک عرصے سے اعصابی پروپیگنڈہ جاری ہے اور تو اور وزیر اعظم پاکستان تک سے یہ بات منسوب کر دی جاتی ہے کہ وہ تقسیم پر راضی ہیں اور پاکستان کی رائے عامہ کو اس کے حق میں تیار کرنے کی فکر میں ہیں۔

بہرکیف پنڈت پنت کا بیان غلط فہمی کی ذرہ بھر گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا اور اس کا بین ثبوت ہے کہ ہندوستان کشمیر کو نہ تو ہاتھ سے چھوڑنے کے لئے تیار ہے اور نہ اس سے متعلق کسی قسم کے مذاکرات کے لئے آمادہ ۔ اگر صورت یہی ہے اور اس کے صحیح ہونے میں اب کوئی شبہ نہیں رہا، تو ہم وزیر اعظم صاحب پوچھتے ہیں کہ اب وہ کس امید میں اگست کا انتظار کر رہے ہیں ؟ اس موہوم امید کا فائدہ صرف ہندوستان کو پہنچیگا کیونکہ وادی کشمیر جو مسلم آبادی کا گھر ہے اس کے قبضے میں ہے اور اس قسم کے بیکار مذاکرات سے جو اسے مہلت مل جاتی ہے اس سے وہ اپنے قدم اور مضبوطی سے جماتا جاتا ہے ۔ ہمارے نزدیک اول تو ہندوستان کے سابقہ رویہ کے پیش نظر ہی مزید مذاکرات کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب اس بیان کے بعد کوئی خوش فہم سے خوش فہم شخص بھی یہ نہیں کہہ سکیگا کہ وزرائے اعظم پاکستان اور ہندوستان کا ملنا کسی سمجھوتے کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا وزیر اعظم پاکستان کو چاہیئے کہ اس بیان کی بنا پر مذاکرات کا ڈھونگ ختم کریں اور کشمیر کو فی الفور سلامتی کونسل میں پیش کریں ۔ کیونکہ ہمارے پاس پر امن تصفیہ کی یہی ایک صورت رہ گئی ہے ۔ ہمیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ کشمیر کو سلامتی کونسل میں لیجانے کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کی جو مٹی نئی دہلی میں پلید ہوئی اسی طرح نیویارک میں جاکر ہو۔ ہمیں یہ مقدمہ پھر کر سلامتی کونسل میں لے جا کر سب کے اچھی طرح کان کھول دینے چاہئیں کہ اگر اس میں مزید تاخیر و التوا کی گنجائش چھوڑ دی گئی تو پاکستان آمادہ ہوگا کہ وہ کشمیر کے چالیس لاکھ مظلومین کو ہندوستان کے آہنی چنگل سے نجات دلانے کے لئے وہ کچھ کرے جو حالت اضطرار میں قوموں کے پاس آخری اور ناگزیر چارہ کار ہوتا ہے ۔ ہمیں اس پر مجبور کیا گیا تو ہمیں اس کا مطلقاً لحاظ نہیں ہوگا کہ جو آگ بھڑکے گی وہ کس کس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ۔

بالآخر بولے !

خان عبدالغفار خان نے بالآخر ایک یونٹ کے متعلق اپنی پوزیشن واضح کر دی ہے اور پہلی مرتبہ صاف الفاظ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ ایک یونٹ کے مخالف ہیں ۔ گو اس سلسلہ میں انھوں نے اس سے پہلے غلط فہمی کی چنداں گنجائش نہیں چھوڑی تھی لیکن پھر بھی واضح اعلان کی عدم موجودگی میں ان کے متعلق بعض حلقوں میں اس خوش فہمی کا اظہار کیا جاتا تھا کہ وہ وحدت مغربی کے مخالف نہیں ۔ فریب کا یہ پردہ بالآخر چاک ہو گیا لیکن اس سے کہیں اہم وہ باتیں ہیں جو اس سلسلہ میں آپ نے کہی ہیں ۔ وزیر داخلہ جنرل اسکندر مرزا نے پچھلے دنوں خان صاحب موصوف کے بیانات کے بارے میں یہ کہا کہ ریڈیو کابل انھیں اپنے پروپیگنڈے کے لئے استعمال کرتا ہے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے خان صاحب نے کہا کہ پاکستان کا حکمران گروہ پہلے تو رائے عامہ کو دبانے کے لئے کشمیر کو استعمال کرتا رہا ہے لیکن اب جب کشمیر ایک زندہ مسئلہ نہیں رہا تو اس نے افغانستان کا ڈھونگ کھڑا کر دیا ہے ۔ اس ایک تیر سے بیک وقت کشمیر اور افغانستان دونوں کو نشانہ بنایا گیا ہے ۔ خان عبدالغفار خان صاحب کے نزدیک کشمیر اب زندہ مسئلہ نہیں اور افغانستان سے متعلق جو کچھ ہوا وہ محض ایک ڈھونگ ہے ۔ کشمیر کے بارے میں پنڈت پنت اور بخشی غلام محمد تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ مسئلہ نہیں لیکن اپنے آپ کو پاکستانی کہلانے کے باوجود خان عبدالغفار خان ان کی ہمنوائی میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے ۔ اسی طرح افغانستان کے قضیہ کو ڈھونگ صرف خان صاحب ہی نے کہا ہے ۔ ورنہ خود افغان حکمرانوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ کابل، قندھار اور جلال آباد میں غنڈہ گردی ہوئی اور اس کی تلافی ہونی چاہیئے ۔ اس قسم کے زہریلے بیانات دینے کے بعد بھی خان صاحب کو شکایت ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے رائے عامہ کو دبایا ہے ۔ اگر پاکستان میں رائے عامہ ہوتی تو آج خان صاحب کو پاکستان کے اپنے اصولی معاملات کے متعلق یوں لب کشائی کی جرأت کبھی نہ ہوتی ۔ اگر انھوں نے اس کا کچھ اندازہ لگانا ہو تو یہ محبوب رفقا کے وطن (بھارت) میں تشریف لیجا کر اس قسم کے بیانات نشر فرمائیں اور اس کے بعد دیکھیں کہ ان کی قیام گاہ کہاں بنتی ہے ؟

اسلامی دستور کیا ہے ؟

قرآن کیا تصور دیتا ہے ؟

مُلّا کا تصور کیا ہے ؟

اور

حکومت کا تصور کیا ؟

قرآنی دستور پاکستان

میں آپ کو پوری تفصیل سے ملے گی

صفحات ۲۲۴

قیمت ۳ روپیہ ۸ آنہ

بزم طلوع اسلام

مظفر گڑھ

عبدالغفور صاحب چغتائی، ترجمان بزم طلوع اسلام، مظفر گڑھ اطلاع دیتے ہیں کہ بزم کا اجلاس ۳ جولائی کو چودھری رحمت علی صاحب وکیل کی اقامت گاہ پر منعقد ہوا ۔ اراکین کے علاوہ شیخ غلام نبی صاحب، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول، انسپکٹر انجمن ہائے باہمی، لفٹیننٹ ولایت علی شاہ صاحب، مکرٹیری سوشل ویلفیئر اور چودھری گلزار احمد صاحب وکیل بھی شریک اجلاس تھے ۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ بزم کی لائبریری کے لئے کتب وغیرہ مہیا کرنے کے لئے ارکان بزم چار آنے ماہانہ ادا کیا کریں ۔ یہ رقم اراکین ملک فرید صاحب کے پاس جمع کرا دیا کریں گے ۔ یہ بھی طے پایا کہ مساجد شہر کے اماموں سے ملکر ان کے اعتراضات کا مناسب جواب دیا جائے اور انھیں طلوع اسلام کے مسلک سے متفق کرایا جائے ۔ ترجمان بزم نے اراکین کو تلقین کی کہ وہ عملی زندگی میں شعائر اسلامی پر زیادہ سے زیادہ پابندی کریں ۔

بزم کا آئندہ اجلاس ۷ اگست کو بعد مغرب بمکان ترجمان منعقد ہوگا ۔

اجلاس کے خاتمہ پر غلام حسن صاحب، مالک دار الکتب نے سنت رسول اللہ کے بیس پمفلٹ حاضرین میں مفت تقسیم کئے

ایبٹ آباد

ایبٹ آباد میں بزم کی تشکیل عمل میں لائی جا چکی ہے ۔ بزم کے ترجمان ڈاکٹر سمیع الدین صاحب میڈیکل افسر پولیس لائن ہیں ۔ عدالت حسین صاحب کو ان کا معاون مقرر کیا گیا ہے ۔ بزم کا پہلا اجلاس ۳ جولائی کو ڈاکٹر صاحب کے مکان پر منعقد ہوا ۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہر مہینے کی یکم اور پندرہ کو اجلاس منعقد کئے جائیں ۔ تمام اجلاس ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہوا کریں گے ۔ جو مقامی حضرات بزم کے رکن نہیں بن سکے وہ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ پیدا کریں ۔

کلری ضلع جھنگ

محمد خان صاحب خالد ترجمان بزم طلوع اسلام کلری (براستہ سلانوالی ضلع جھنگ) اطلاع دیتے ہیں کہ بزم ایک عرصہ سے معرض وجود میں آچکی ہے ۔ ترجمان صاحب نے اپنی ذاتی لائبریری عام فائدہ کے لئے کھول دی ہے ۔ اس میں مطبوعات طلوع اسلام کے علاوہ دیگر اخبارات رسائل اور کتب بھی موجود ہیں

جلال پور جٹاں

رائے محمد اکبر صاحب، پنشنر، پاکستانی محلہ جلال پور جٹاں (ضلع گجرات) اسے متعلق ۲۵ جون کے طلوع اسلام میں یہ اعلان شائع ہوا تھا کہ وہ بزم کی تشکیل کے لئے کوشاں ہیں ۔ اب وہ اطلاع دیتے ہیں کہ انھوں نے بزم کی تشکیل کر لی ہے ۔ بزم کے ترجمان میر علاؤ الدین صاحب مقرر ہوئے ۔ اجلاس ڈاکٹر حبیب اللہ صاحب ہومیوپیتھ کے ہاں منعقد ہوا کریں گے ۔

جھنگ مگھیانہ

تجمل حسین صاحب، ترجمان اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا موجودہ پتہ حسب ذیل ہے ۔

مکان نمبر ۲۱۵ ۔ بلاک ۲ ، جھنگ بازار (جھنگ مگھیانہ)

تاریخی شواہد

(۲۳)

اسوقت ہر جابر و مستبد قوم کی طرح۔ اس قوم کی بھی یہ حالت ہو چکی تھی کہ وہ ملک میں فساد[1] برپا کرتے تھے اس لئے ان سے کہا گیا کہ۔

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (۷/۷۴)

اور ملک میں سرکشی کرتے ہوئے خرابی نہ پھیلاؤ!

ارباب حکومت و اقتدار بیحد سرکش و مفسد تھے۔

وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ (۲۶/۱۵۱-۱۵۲)

اور دیکھو صالح نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ "اے قوم ثمود!) حد سے تجاوز کرنیوالوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ جو زمین میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں اور (کبھی) اصلاح حال (کا ارادہ بھی) نہیں کرتے۔

جب رزق کی تقسیم قوانین خداوندی کے مطابق نہیں ہوتی تو انسانی معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کو فساد فی الارض کہا جاتا ہے۔ یعنی انسانی معاشرہ کی ناہمواریاں۔ جب یہ ناہمواریاں (قوانین خداوندی کے مطابق) ہمواریوں میں بدل جاتی ہیں تو اسے اصلاح کہا جاتا ہے۔ قوم ثمود کے معاشرہ میں اسی قسم کی ناہمواریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دار الحکومت میں نو وزراء تھے جن کے سپرد علاقہ کا انتظام تھا۔ اور چونکہ پورے کا پورا نظام حکومت بگڑ چکا تھا اس لئے یہ سب کے سب مفسد و مستبد تھے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ (۲۷/۴۸)

اور شہر میں نو آدمی (سربرآوردہ اور ذمہ دار) تھے جو (ہمیشہ) ناہمواریاں پیدا کرتے رہتے تھے۔ اور اصلاح حال کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے

ان کا سرغنہ ان سب سے بڑھ کر شقی و بدبخت تھا۔

إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ۝ (۹۱/۱۲)

(اور یاد کرو) جب اس (قوم) کا بدبخت ترین شخص اٹھا۔ تو اللہ کے رسول (صالح) نے ان لوگوں سے کہا.....!

ان حالات کے ماتحت بھلا احکام الٰہیہ کی طرف کون توجہ دیتا؟

وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ (۱۵/۸۱)

اور دیکھو، ہم نے انہیں اپنے قوانین عطا کئے مگر انہوں نے ان سے کوئی نفع نہ اٹھایا چنانچہ وہ ان سے روگردانی کرنے والے ہی رہے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں حضرت صالح کی بعثت ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور قوم کو اسی اساسی اور اصولی پیغام خداوندی کی طرف دعوت دی جو آسمانی سلسلۂ رشد و ہدایت کی اولین کڑی ہے۔ فرمایا۔

قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ (۱۱/۶۱)

اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی عبودیت (اطاعت و محکومیت) اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ (حاکم اور آقا نہیں)

حکومت صرف ایک خدا کی۔ کسی انسان کی نہیں۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۝

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف اس کے بھائی بندوں میں سے صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی عبودیت (اطاعت و محکومیت) اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔

اور اس حکومت کی عملی تشکیل اس طرح کہ دلوں میں تقویٰ اور مرکز کی اطاعت۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ (۲۶/۱۴۲-۱۴۴)

(اور اے پیغمبر اسلام! یاد کرو) جب ان سے ان کے بھائی بند صالح نے کہا کہ کیا تم قوانین خداوندی کی نگہداشت نہیں رکھتے؟ یاد رکھو میں تمہارے لئے ایک امانت دار خدا کا پیغامبر ہوں (جو ٹھیک ٹھیک اس کے احکام تم تک پہنچا دیتا ہے)۔ پس خدا کے نظام کی حفاظت میں آجاؤ اور (کیونکہ میں اس نظام کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہوں) میری اطاعت (و فرمانبرداری) کرو یعنی مفسدین کی حکومت کی اطاعت مت کرو۔ بلکہ اطاعت فقط حکومت الٰہیہ کی کرو۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ۝ (۲۶/۱۵۰-۱۵۲)

پس قوانین خداوندی کی نگہداشت کرو۔ اور میری (بحیثیت مرکز) اطاعت کرو۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔ جو (صرف یہی جانتے ہیں کہ) ملک میں فساد برپا کرتے رہتے ہیں اور (کبھی) اصلاح حال (کا ارادہ تک) نہیں کرتے۔

کتنا بڑا اعلان بغاوت اور کیسا عظیم الشان نعرۂ انقلاب ہے! حقیقت یہ ہے کہ علم برداران حکومت خداوندی دنیا میں سب سے بڑا انقلاب برپا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ دوسرے انقلابات کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایک کی حکومت کی جگہ دوسرے کی حکومت قائم کر دی جائے۔ لیکن آسمانی انقلاب کے معنی یہ ہیں کہ حکومت و اقتدار کی کنجیاں انسانوں کے ہاتھوں سے چھین کر اقتدار و اختیار کے حقیقی مالک۔ خدائے ارض و سماوات کے سپرد کر دی جائیں۔ اس سے بڑا انقلاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ جس میں کسی انسان کو، کسی شکل میں کسی دوسرے انسان پر حکومت کا حق ہی حاصل نہ ہو اور رزق کے معاملہ میں کوئی انسان کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ سب انسان برابر اور ایک خدا کے قانون کے محکوم جو رب العالمین ہے۔ جس کی حکومت میں ظلم و استبداد۔ سلب و نہب اور غصب حقوق و معاوضات کا امکان ہی نہیں۔ یہ تھی وہ حکومت جو حضرت صالح قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ ارباب قوت و سلطنت جن کے چہرے کی سرخیاں اور حریم ناز کی رنگینیاں انسانی خون کی رہین منت تھیں کس طرح اپنے اقتدار و اختیار سے دستکش ہو کر مخلوق خدا کے خدام کی صف میں کھڑے ہو جاتے! لہٰذا وہی ہوا جو ہوتا چلا آیا ہے اور ہوتا چلا جائے گا۔ کمزور و ناتواں اور مظلوم و مقہور انسانوں نے جو انسانی چیرہ دستیوں سے تنگ آ چکے تھے اس دعوت ربانی پر آگے بڑھ کر لبیک کہا اور ارباب دولت و قوت اس کی مخالفت میں صف آرا ہو گئے۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ (۷/۷۵-۷۶)

قوم کے جن سربرآوردہ لوگوں کو (اپنی دولت و طاقت کا) گھمنڈ تھا۔ انہوں نے مومنوں سے کہا ان لوگوں سے جنہیں انکی چیرہ دستیوں نے سخت کمزور کر رکھا تھا کیا تم نے سچ مچ کو معلوم کر لیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ (یعنی ہمیں تو ایسی کوئی بات اس میں دکھائی نہیں دیتی) انہوں نے کہا: ہاں بے شک، جس پیام حق کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے ہم اس پر پورا

[1] فساد برپا کرنے سے ہمارا ذہن ڈاکہ زنی، قزاقی، بدامنی وغیرہ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ لیکن فساد کا قرآنی مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔ اس کے نزدیک ہر وہ نظام جو غیر خداوندی قوانین پر متشکل ہو۔ فساد ہے خواہ اس میں بظاہر کیسا ہی امن کیوں نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اصلاح صرف اسی نظام کا نام ہے جو قوانین خداوندی پر قائم ہو۔ اس مفہوم کو سامنے رکھنے سے فساد اور مفسد کی قرآنی اصطلاحات کے صحیح معنی سمجھ میں آسکیں گے۔ (تفصیل اس اجمال کی اپنے مقام پر ملے گی)

عورت کا قرآن

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ
وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم
مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي
دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ
مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ كِتَابَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ ۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۚ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا
تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَن لَّمْ
يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم
مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۚ
فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ
غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ (نساء ع ۴)

اور تم ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جنھیں تمہارے باپ نکاح میں لاچکے ہوں[1]۔ اس سے جو بات ہوگئی وہ ہوگئی بیشک یہ بڑی ہی بے حیائی کی بات تھی، نہایت مکروہ و مردود شیوہ تھا اور بڑا برا دستور۔ تم پر حرام کی گئی ہیں (۱) تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں، تمہاری دودھ پلانے والی مائیں، تمہاری رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری ان بیویوں کی، جن سے زناشوئی کا تعلق بھی ہوگیا ہو، وہ بیٹیاں جو ان کے پہلے شوہر سے ہیں اور جو تمہاری پرورش میں ہیں مگر اگر ان بیویوں سے زناشوئی کا تعلق نہ ہوا ہو تو ان کی پہلے شوہروں کی بیٹیوں سے نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں۔ اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو۔ لیکن جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے اور

وہ عورتیں بھی جو شوہر والیاں ہیں الا یہ کہ وہ تمہاری مملوک ہوں[2]۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا، ٹھہرا دیا ہے۔ ان عورتوں کے علاوہ باقی تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ تم نفس پرستی کے لئے نہیں بلکہ ازدواجی زندگی کے قید و بند میں رہنے کے لئے اپنا مال خرچ کرکے ان سے نکاح کرو۔ پھر جن عورتوں سے تم نے ازدواجی تعلق کا فائدہ اٹھایا ہے تو چاہئے کہ جو مہر ان کا مقرر ہوا تھا وہ ان کے حوالہ کر دو۔ اور مہر مقرر کرنے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے کوئی بات ٹھہر جائے (یعنی اس میں کمی بیوی منظور کرلے یا اس کا کوئی جزو یا سب کا سب اپنی خوشی سے معاف کردے) تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اس پر تم سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور تم میں جو کوئی اس کا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے تو وہ اپنے آپس کی مسلمان لونڈیوں سے جو کہ تم لوگوں کی مملوکہ ہیں، نکاح کرے۔ اور تمہارے ایمان کی پوری حالت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ (یعنی ہو سکتا ہے کہ ایک مومن لونڈی ایمان کے لحاظ سے بہتر درجہ رکھتی ہو اور ایک آزاد عورت ایمانی خصائل سے محروم ہو) تم سب آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو۔ سو ان لونڈیوں سے ان کے مالکوں سے اجازت لیکر نکاح کر لیا کرو اور دستور کے مطابق ان کا مہر ان کے حوالے کر دو۔ مگر دیکھ لو کہ وہ عفیفہ اور پاک دامن ہوں نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والیاں ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی۔"

(۵) وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن
بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا (احزاب ع ۷)

"اور تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم رسول کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ خدا کے نزدیک یہ بڑی بھاری بات ہے۔"

(۶) وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ
وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ
أَن تَخْشَاهُ ۖ فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ
وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝ (احزاب ع ۵)

"اور جب تم اے پیغمبر! اس شخص سے جس پر اللہ نے بھی مہربانی کی تھی اور تم نے بھی یہ کہہ رہے تھے کہ "اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو۔ اور خدا سے ڈرو۔ تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے ہو جس کو اللہ ظاہر کرنے والا موجود ہے اور تم لوگوں سے ڈر رہے ہو۔ حالانکہ ڈرنا تو خدا ہی سے سزاوار ہے[3]۔" مگر جب زید کا اس عورت سے جی ہی بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح تم سے اس لئے کر دیا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی دقت اور رکاوٹ نہ رہے جبکہ وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں۔ اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا۔"

(۷) الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ
إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ
وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ
الْخَاسِرِينَ (مائدہ ع ۱)

"آج ساری اچھی چیزیں تم پر حلال کر دی گئیں۔ جو اہل کتاب ہیں ان لوگوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان لوگوں کے لئے حلال ہے۔ نیز اس قوم کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ ان کے مہر ان کے حوالہ کر دو، اس طرح سے کہ تم ان کو بیوی بناؤ نہ تو علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی۔ اور یاد رکھو کہ جو کوئی ایمان کے ساتھ کفر کریگا۔ (یعنی ایمان لانے کے بعد کفر کے کام کرے گا) تو سمجھ لو کہ اس شخص کا عمل اکارت گیا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار ہوگا۔"

---

[1] اسلام سے قبل عرب میں یہ رواج تھا کہ سوتیلی ماؤں کو نکاح میں لے آتے تھے۔ [2] مزید وضاحت کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ دیکھئے:۔ "اور (دیکھو) وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں۔ ہاں (لڑائی کے قیدیوں میں سے) جو عورتیں تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (تو ظاہر ہے کہ ان کے سابقہ نکاحوں کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا)"۔ (ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۳۷۲)

[3] پیغمبر صلعم زید سے جو کچھ فرما رہے تھے اس کو قرآن نے نقل کیا ہے۔ وہ جملہ یہاں ختم ہے۔ لیکن لوگوں نے "تم اپنے دل...." سے اس کو نبی صلعم کی جانب منسوب کر دیا ہے؛ یہ ایسی گستاخی ہے کہ خدا کی پناہ۔ اس اہم موضوع پر میں نے "امہات المومنین" کے عنوان میں روشنی ڈالی ہے۔

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی
(تمہید۔ مسلسل)

سابقہ قسط میں یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ رومی نے اقبال کو خواب میں کیا پیغام دیا۔ اور اس زندگی بخش پیغام سے وہ کس طرح حرکتِ پیہم اور حرارتِ مسلسل بن گیا۔ اس ضمن میں اقبال کہتا ہے کہ

چوں نوا از تارِ خود برخاستم ——— جنتے از بہرِ گوش آراستم

رومی کے اس پیغام سے میں اس طرح ہنگامہ خیزیوں کا پیکر بن گیا۔ جس طرح مضراب سے تار کے اندر خوابیدہ نغمہ بحیثیت شورِ محشر بن جاتا ہے۔ میں ایک نغمۂ بیدار کی طرح ابھرا اور میں نے گوشِ عالم کے لئے موسیقی کی ایک جنت آراستہ کر دی۔

برگرفتم پردہ از رازِ خودی ——— وا نمودم سرِّ اعجازِ خودی

میں نے خودی کے اس راز کو جو اس وقت تک دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا بے نقاب کر دیا اور اس کے مستور معجزوں کو دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ یہ کچھ تو میں نے دوسروں کے لئے کیا۔ لیکن جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے۔

بود نقشم ہستیم انگارۂ ——— ناقبولے، ناکسے، ناکارۂ

میری ہستی ایک نقشِ ناتمام تھی۔ مکمل تصویر نہیں بلکہ ایک بے رنگ خاکہ۔ تکمیل شدہ مجسمہ نہیں بلکہ ناتراشیدہ جس کی نہ کوئی قدر و قیمت ہو۔ نہ وہ کسی کی نگاہوں میں جچے۔ بیکار اور بلا مصرف

عشق سوہاں زد مرا، آدم شدم ——— عالمِ کیف و کم عالم شدم

کہ عشق نے مجھے تراشنا شروع کیا۔ تمام حشو و زوائد کو مجھ سے الگ کر دیا۔ اس پیکر کو ایک خاص صورت عطا کر دی۔ اس خاکے میں رنگ بھر دیئے۔ اور میں ایک ناتراشیدہ مجسمہ سے آدم بن گیا۔ اور مجھے اس وسیع و عریض کائنات کی تمام تصاویر کا علم حاصل ہو گیا۔ اقبال نے ان دو شعروں میں تخلیقِ آدم کے ان تمام مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن کا تفصیلی ذکر قرآن میں آیا ہے۔ (بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝) تخلیقِ انسانی کی ابتدا بے جان مادہ سے کی۔ پھر اسے مختلف مراحل میں سے گذارتے ہوئے اس سے حشو و زوائد کو دور کر کے اسے نہایت موزوں اور مناسب حالتِ اعتدال پر لے آئے (ثُمَّ سَوَّاهُ) پھر اس میں الوہیاتی توانائی کا ایک شمہ ڈال دیا گیا (وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ) اور اس طرح وہ صاحبِ عقل و شعور انسان بن گیا۔ پھر اسے اشیائے فطرت کا علم عطا کر دیا۔ (وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ ۲/۳۱) اور اس طرح وہ "عالمِ کیف و کم عالم" ہو گیا۔ اقبال کہتا ہے کہ کائنات کے اس علم کا نتیجہ یہ ہے کہ

حرکتِ اعصابِ گردوں دیدہ ام ——— در رگِ مہ گردشِ خوں دیدہ ام

میں نے آسمان کے اعصاب کی حرکت تک کو دیکھ لیا۔ میں نے مشاہدہ کر لیا کہ گردشِ افلاک کی علت کیا ہے۔ ان کی حرکت کس وجہ سے ہے اور کس مقصد کے لئے۔ حتیٰ کہ میں نے چاند کی رگوں میں دوڑنے والے خون کی حرکت کو بھی دیکھ لیا۔ چاند کے متعلق تحقیقات یہ ہے کہ یہ نہایت ٹھنڈا کرہ ہے۔ جس میں حرارت بالکل باقی نہیں رہی۔ لیکن عشق نے اقبال کی نگاہوں میں وہ بجلیاں بھر دیں کہ اس نے اس قدر بارد کرہ کی رگوں میں چلنے والے خون کی حرکت تک کا بھی مشاہدہ کر لیا۔ لیکن یہ تمام مشاہدات ایک سائنسداں کے تجربات نہیں تھے۔ جو اپنے معمل میں بیٹھا سب کچھ میکانکی طور پر کرتا رہتا ہے۔ اور اسے اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ انسانوں کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اقبال کی کیفیت اس علم اور دیدہ وری کے بعد بالکل مختلف ہو گئی۔

بہرِ انساں چشمِ من شبہا گریست ——— تا دریدم پردۂ اسرارِ زیست

میرا یہ غم انسانوں کے دکھ اور مصیبت پر سینکڑوں راتیں روتی رہی۔ تا آنکہ میں نے زندگی کے چھپے ہوئے رازوں سے تمام پردے اٹھا دیئے اور انسانوں کو بتا دیا کہ ان کی مصیبتوں کا سبب کیا ہے اور ان کا علاج کیا۔ اقبال نے (بانگِ درا میں) نوعِ انسانی کو جسم سے تشبیہ دی ہے اور شاعر کو دیدۂ بینائے قوم کہا ہے۔ اور اس کے بعد لکھا ہے کہ جس طرح یہ کیفیت ہے کہ جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو، آنکھ کے آبگینے میں آنسو ڈھلک آتے ہیں۔ اسی طرح نوعِ انسانی پر کہیں بھی کوئی مصیبت آئے شاعر کا دل اس سے بیقرار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اقبال نے جو کچھ شاعر کے متعلق کہا ہے۔ قرآن یہی کچھ مردِ مومن کے متعلق کہتا ہے کیونکہ وہ امنِ عالم کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور اس کی زندگی ان کاموں کے لئے وقف ہوتی ہے جو عالمگیر انسانیت کے لئے منفعت بخش اور حیات آور ہوں۔ بہر حال۔ اقبال نے کہا ہے کہ وہ انسانیت کے درد میں مدتوں روتا رہا تا آنکہ وہ اس قابل ہو گیا کہ رموز و اسرارِ حیات کے پردوں کو اٹھا دے۔

از درونِ کارگاہِ ممکنات ——— برکشیدم سرِّ تقویمِ حیات

میں (یعنی اقبال) اس کائناتِ کیف و کم کی گہرائیوں کے اندر چلا گیا۔ اور وہاں سے میں نے اس راز کو بے نقاب کیا کہ زندگی کن عناصر سے عبارت ہے۔ اور اس میں صحیح توازن تناسب کس طرح رکھا جا سکتا ہے۔

یہاں تک اقبال ایک فرد کی حیثیت سے گفتگو کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ بتاتا ہے کہ وہ درحقیقت ملتِ اسلامیہ کا ایک جزو ہے۔

من کہ ایں شب را چو مہ آراستم ——— گردِ پائے ملتِ بیضا استم

میں نے انسانی فکر و نظر کی تاریک رات کو جو اس طرح چاند کی طرح منور و آراستہ کر دیا ہے تو میں کوئی الگ تھلگ انسان نہیں ہوں۔ میں درحقیقت ملتِ اسلامیہ کے پاؤں کی گرد ہوں۔ اقبال کے سارے پیغام کی لَم یہی ہے۔ یعنی ملت کا جزو بن کر رہنا۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں ——— موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اقبال اپنے آپ کو اسی ملتِ شریفہ کا جزو لاینفک اور گردِ پا قرار دیتا ہے

ملتے در باغ و راغ آوازہ اش ——— آتشِ دلہا سرودِ تازہ اش

وہ ملت کہ جس کا غلغلہ اس دنیا کے گوشے گوشے میں بلند ہو گیا۔ جس کا زندہ و پائندہ پیغام ہزارہا دلوں کے لئے سرمایۂ سوز و گداز ہے۔

ذرہ کشتِ و آفتاب انبار کرد ——— خرمن از صد رومی و عطار کرد

وہ ملت کہ جس نے اپنے مزرعِ سعی و عمل میں چھوٹے چھوٹے ذرے بوئے اور وہ آفتاب کا ڈھیر بن کر سامنے آگئے۔ یعنی اس کی فضا میں تربیت حاصل کرنے کا اثر یہ ہے کہ ایک ذرۂ ہیچ مقدار آفتاب عالمتاب بن جاتا ہے۔ یہ رومی اور عطار جو جہانِ علم و عشق میں گوہرِ درخشندہ دکھائی دیتے ہیں۔ سب اسی ملت کی کھیتی کی پیداوار ہیں۔ خود میری (اقبال کی) کیفیت یہ ہے کہ

آہِ گرمم، رخت بر گردوں کشم ——— گرچہ دودم، از تبارِ آتشم

میں آہِ گرم کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن میں خاک کی پستیوں کو چھوڑ کر آسمان کی بلندیوں میں سیر کرتا پھرتا ہوں۔ یہ سب اسی ملت کی تربیت کا اثر ہے۔ میں محض دھواں ہوں۔ لیکن میری نسبت آگ کے خاندان سے ہے۔ اس لئے مجھ میں وہی آتش نوائی اور شعلہ صفتی موجود ہے اسی کا اثر ہے کہ

خامہ ام از ہمتِ فکرِ بلند ——— رازِ ایں نہ پردہ در صحرا فگند

میرے قلم نے بلندی فکر کی ہمت سے اس وسیع و عریض کائنات کے تمام سربستہ رازوں کو بے نقاب کر کے صحرا میں پھینک دیا کہ جس کا جی چاہے۔ انہیں کھلے کھلے طور پر دیکھ لے۔

قطرہ تا ہمپایۂ دریا شود ——— ذرہ از بالیدگی صحرا شود

تاکہ قطرہ ناچیز (کائنات کے رازہائے سربستہ کو پاکر) دریا کا ہم مرتبہ ہو جائے اور ذرۂ بے مقدار اس طرح پرورش پاکر وسعت اور فراخی میں صحرا بن جائے۔ یہ پیغام اقبال کی دوسری طرح سے دیانت اور تصوف میں زندگی کا منتہائے کمال یہ سمجھا گیا ہے کہ جزو اپنی ہستی کو فنا کر کے کل میں جذب ہو جائے۔

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

اور دورِ حاضرہ کی سیاست میں فرد کا کمالِ زندگی یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مملکت (اسٹیٹ) کی قربانگاہ میں بھینٹ چڑھا دے۔ لیکن اقبال کے نزدیک زندگی کا منتہائے کمال یہ ہے کہ فرد اپنی جداگانہ ہستی کو اس قدر محکم اور پائیدار بنالے کہ کوئی قوت بھی اسے اپنے اندر جذب نہ کر سکے۔ اس کے نزدیک مملکت کا فریضہ یہ ہے کہ وہ فرد کی تربیت سے اس کی مضمر صلاحیتوں کی پوری پوری نشو و نما کرے۔ یعنی مملکت فرد کے لئے ہے نہ کہ فرد مملکت کے لئے۔ یہی قرآن کی تعلیم ہے۔

اسلام کی سرگزشت

گذشتہ اشاعتوں میں عربوں کے قومی خصائص و امتیازات بیان کئے جاچکے ہیں اور یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انکی حیات عقلیہ کس طرح کی تھی۔ ان کے حالات کے اخلاقی اور اجتماعی کوائف پر کس طرح اثر انداز تھے۔ آج کی فرصت میں حیات عقلیہ کا وہ بیان جاری ہے جو سابقہ اشاعت میں شروع کیا گیا تھا

مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ معتمد لوگوں نے ان اشعار کو ضعیف قرار دیا ہے جنھیں ابن اسحٰق نقل کرتا ہے۔ ایسے ہی انھوں نے حماد الراویہ اور خلف الاحمر پر طعن کیا ہے۔ لہٰذا جن اشعار کو یہ لوگ نقل کرتے ہیں ہمیں انہیں چھوڑ دینا چاہیئے جبکہ دوسرے قابل اعتماد راوی ان کی روایتوں کی تائید نہ کر رہے ہوں۔ لیکن علماء لغت نے ابو عمرو بن العلاء اور اصمعی وغیرہ کو قابل اعتماد شمار کیا ہے لہٰذا جو کچھ یہ لوگ بیان کرتے ہیں اسے ہمیں لے لینا چاہیئے بشرطیکہ متن کے ضعیف ہونے اور اس کے جھوٹا ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو یا شاذ ہو۔ اس کے بعد اتنا صالح مجموعہ ہمارے پاس بچ رہیگا جس سے ہم ان کی حیات عقلیہ کا پتہ لگا سکینگے۔

علاوہ ازیں غور و فکر کے لئے ایک دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے یعنی یہ بات کہ ایک موضوع اور گھڑا ہوا شعر بھی تو جاہلیت کی حیات عقلیہ کا صحیح طور پر آئینہ دار ہو سکتا ہے جب کہ اس شعر کو گھڑنے والا فنون شعر سے اچھی طرح پر واقف اور اسالیب شعر پر اسے کما حقہ عبور حاصل ہو۔ مثلاً خلف الاحمر کے بارہ میں ابن سلام کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر پورا اتفاق ہے کہ خلف الاحمر کو شعر کی پوری پوری فراست حاصل تھی اور وہ زبان کا سچا تھا"۔ شعر میں فراست سے ابن سلام کا مطلب یہ ہے کہ اسے شعر کا علم اور بصیرت حاصل تھی۔ چنانچہ خلف الاحمر کے متعلق مشہور ہے کہ جب وہ کوئی قصیدہ گھڑتا تھا تو لوگوں کو شبہ میں ڈالدیا کرتا تھا۔ وہ جاہلی شعراء کے طرز پر چلتا اور مہارت و حذاقت میں ان کے اتنا قدم بقدم چلتا تھا کہ بڑے بڑے ناقدوں کو بھی اس کے اشعار اور جاہلی شعراء کے اشعار میں فرق کرنا دشوار ہو جاتا تھا۔

تو اس کے بعد آخر کیا مضائقہ ہے اگر ہم خلف الاحمر کے اس گرانقدر علم سے امور جاہلیت کا استفادہ کرلیں۔ اگر خلف الاحمر جاہلیت کے حالات کو بیان کرتا ــــ جبکہ وہ ان سے اس قدر واقف تھا ــــ تو کیا اس کے قول کی کوئی بڑی قیمت نہ ہوتی؟ تو اس کے ان اشعار کی قیمت کیوں نہ ہوگی جو اگرچہ جاہلی شعراء کی طرف منسوب کر کے وہ خود ہی گھڑتا ہے۔ مگر ان میں حیات جاہلیت کا کوئی عمدہ نمونہ پیش کر دیتا ہے۔

(۱) ــــ زبان اور لغت

لغت، حیات عقلیہ پر اس جہت سے روشنی ڈالتا ہے کہ ہر قوم کی زبان ہر زمانہ میں اسکی عقل کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہوتی ہے۔ کیونکہ زبان اور لغت یکبار گی پیدا نہیں ہوا کرتے۔ پچھلے لوگ اگلے لوگوں سے اس کو مکمل طور پر نہیں پاتے۔ لوگ ابتداء میں چند الفاظ بناتے ہیں جو ان کی ضرورتوں کے بقدر ہی ہوتے ہیں۔ جب دوسری نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو ان کے لئے وہ نئے الفاظ وضع کرتے ہیں۔ جب ان میں سے کچھ چیزیں مٹ جاتی ہیں تو ان کے الفاظ بھی مٹ جاتے ہیں۔ زبان اور لغت پر بھی اسی طرح مسلسل حیات اور موت طاری ہوتی رہتی ہے۔ یہی حال اشتقاقات اور معتبرات کا ہوتا ہے کہ وہ بھی کسی قوم کی ترقی کے ماتحت بڑھتے اور ارتقا کی منازل طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ایسی چیز ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے چونکہ واقعہ یہی ہے اس لئے ــــ اگر ہم کسی لغت کی کتاب کا احاطہ کر سکیں جسے کوئی قوم اپنے کسی خاص عہد میں استعمال کرتی ہوتی ہو ــــ تو ہم ان مادی چیزوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جن سے وہ قوم واقف تھی یا واقف نہیں تھی۔ ایسے ہی ان معنوی چیزوں کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں جن سے وہ قوم اس عہد میں واقف تھی یا واقف نہیں تھی۔ البتہ اگر لغت کی یہ کتابیں بعد کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہوں تو ان سے کچھ پتہ لگانا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ جیسے لغت عربی کی وہ کتابیں جنھیں ہم آجکل استعمال کرتے ہیں کہ ان سے ہمارے لئے رہنمائی حاصل کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ وہ ہمارے لغت کی کتابیں نہیں ہیں۔ نہ ہی یہ کتابیں ہمارے ساتھ ساتھ چلی ہیں اور نہ ہی جاہلی زمانہ کا وہ نمونہ ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے شعراء اور نثر نگار اکثر ان لغت کی کتابوں سے بغاوت کر جاتے ہیں۔ یہ کتابیں صحیح معنی میں عہد عباسی یا اس کے بعد کے عہد کی لغت کہلا سکتی ہیں لیکن آج بھی دوسری زندہ قوموں کے لغت کی کتابیں ان کی حیات عقلیہ پر روشنی ڈال سکتی ہیں۔ آپ اب سے سو سال پہلے کی فرانسیسی لغت کی کوئی سی کتاب ہاتھ میں لے لیجئے۔ اگر اس کتاب میں آپ کو ٹیلیگرام اور ٹیلیفون کا لفظ نہیں ملتا ہے تو یقیناً اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فرانسیسی قوم اب سے سو سال پہلے ان چیزوں سے واقف نہیں تھی۔ ایسے ہی جب تمہیں اس کتاب میں کوئی ایسا کلمہ نہیں ملتا جو کسی خاص معنی پر دلالت کرتا ہو تو اس سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ لوگ اب سے سو سال پہلے اس معنے سے آشنا نہیں تھے۔

لہٰذا جب ہم ان عربی کلمات کا احاطہ کرلیں جو زمانہ جاہلیت میں استعمال ہوتے تھے تو ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ مادی چیزیں کیا کیا تھیں جن سے وہ جاہلیت کے زمانہ میں واقف تھے۔ اور وہ چیزیں کیا کیا تھیں جن سے وہ واقف نہیں تھے۔ ایسے ہی معانی، عواطف اور نفسانی ملکات میں سے وہ کون سے معانی، عواطف اور ملکات تھے جن سے وہ اس عہد میں واقف ہو چکے تھے اور وہ کون سے تھے جن سے وہ واقف نہیں تھے ــــ مثلاً ــــ اگر ہم جاہلی زمانہ میں ــــ ملکہ، عاطفہ، اور شعور کے الفاظ نہیں پاتے ہیں تو اس سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ اس عہد میں ان معانی سے واقف نہیں تھے جبھی تو انھوں نے ان کے لئے کوئی الفاظ وضع نہیں کئے ــــ لیکن بڑا ہی افسوس ہے کہ اس طرح کی کوئی کتاب ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان امور کا پتہ دوسرے ذرائع سے لگا سکتے ہیں؟ یقیناً ہمارے اس راستے میں سارے ہی موانع موجود ہیں۔

(اوّل) زمانہ جاہلیت کے زیادہ تر اشعار اور ذخیرۂ نثر ضائع ہو چکا ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کا بیان ہے کہ عربوں نے جتنا کچھ کہا ہے تم تک اس کا بہت تھوڑا حصہ پہنچ سکا ہے۔ اگر وہ سب کا سب تم تک پہنچ جاتا تو علم اور شعر کا بڑا ذخیرہ تمہیں مل سکتا تھا۔ اس وجہ سے ہم ثبوت تو مہیا کر سکتے مگر انکار کرنے کی جراٴت نہیں کر سکتے۔ اگر زمانہ جاہلیت کا کوئی شعر ہمارے نزدیک صحیح قرار پا جائے تو ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کے الفاظ اور اس کے معانی سے عرب کے لوگ اس عہد میں واقف تھے لیکن ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ اگر ہم کوئی چیز نہیں پاتے تو ہم یہ کہدیں کہ عرب کے لوگ فلاں عہد میں فلاں لفظ اور فلاں معنے سے واقف نہیں تھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ چیز ان کے ہاں موجود تو ہو مگر ہم تک نہ پہنچ سکی ہو۔ اس طرح عربوں کی حیات عقلیہ کے مظہر کا ایک بڑا حصہ منہدم ہو جاتا ہے۔

اقبال اور قرآن

علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے دلکش مضامین اور انقلاب آفریں تقاریر کا مجموعہ

قیمت :- دو روپے

خدا اور رسول میں فرق

ترجمان القرآن بابتہ اپریل ۱۹۵۵ء میں محترم امین احسن صاحب اصلاحی کا ایک مقالہ شائع ہوا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ

جس طرح اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی اسی طرح اسلام میں کتاب اور سنت کے درمیان کی تفریق کی گنجائش نہیں۔ سنت سے میری مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت شدہ طریقہ ہے۔ اسلام میں اس سے انحراف کھلا ہوا کفر ہے۔

اس پر ہم نے ۲ مئی ۱۹۵۵ء کے طلوع اسلام میں لکھا تھا کہ قرآن میں بصراحت مذکور ہے کہ رسول خدا کا عبد ہوتا ہے اور عبد اور معبود میں فرق نہ کرنا کھلا ہوا شرک ہے۔ اس کے بعد قارئین طلوع اسلام میں سے ایک صاحب نے ہمیں لکھا کہ سورۂ نساء میں یہ آیا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ .... اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔
لیکن اس کے ساتھ ہی انھوں نے خود ہی یہ لکھ دیا کہ اس آیت سے اصلاحی صاحب کا منشاء پورا نہیں ہوتا۔ اس خیال کے ماتحت ہم نے اس کا فوری جواب لکھنا ضروری نہ سمجھا۔ البتہ ہم نے یہ محسوس ضرور کیا کہ بہتر ہوتا کہ ہم اپنے ۲ مئی کے شذرہ میں اس آیت کا صحیح مفہوم بیان کر دیتے۔ اس کے لئے ہم نے سوچا کہ کسی آئندہ اشاعت میں اس کی وضاحت کر دینی چاہیے لیکن ابھی اس کی باری نہ آئی تھی کہ مئی ۱۹۵۵ کا ترجمان القرآن موصول ہو گیا۔ اس میں انھوں نے اس نکتہ کو بہت اچھالا ہے اور حسب عادت یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ

احادیث پر دست درازی کرتے کرتے کیا اب اتنی چابک دستی اور ہاتھ کی صفائی پیدا ہو گئی ہے کہ قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا گیا ہے یا پھر اس آیت سے اعراض کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ اس کے آئینہ میں طلوع اسلام کو اپنی یا اپنے سے ملتی جلتی تصویر نظر آ رہی ہے۔

ہم اس طعن و تشنیع سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں تاکہ جو لوگ اپنے آپ کو قرآن کی رہنمائی کا محتاج سمجھتے ہیں ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اصلاحی صاحب اور ان کی ہمنوائی میں خود ترجمان القرآن نے اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ کس طرح قرآن کی کھلی ہوئی تعلیم کے خلاف اور منجر الی الشرک ہے۔

قرآن نے پانچ اجزائے ایمان قرار دیئے ہیں — اللہ پر ایمان، اس کے رسولوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، اور آخرت پر ایمان — اس نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ ان تمام اجزاء پر ایمان لانے سے ایک شخص مومن کہلا سکتا ہے۔ اگر اس نے یہ کیا کہ ان میں سے بعض پر ایمان لے آیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو یہ ایمان نہیں کفر ہے حتیٰ کہ اگر اس نے ایسا کیا کہ خود رسولوں میں سے بھی بعض کو مان لیا اور بعض سے انکار کر دیا تو یہ بھی کفر ہے۔ اس حقیقت کی طرف قرآن کریم نے سورۂ نساء کی محولہ بالا آیت میں اشارہ کیا ہے۔ یہ آیت اور اس سے بعد کی آیت یوں آئی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ (۴/۱۵۰)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے انکار کرتے ہیں (وہ پکے کافر ہیں) نیز وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں (وہ بھی کافر ہیں)

اب سوال یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنے سے مراد کیا ہے۔ سو اس کا جواب آیت کے اگلے ٹکڑے میں ان الفاظ میں دیا گیا ہے کہ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ۔ وہ کہتے یہ ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں۔ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا اور وہ چاہتے ہیں کہ بین بین کا کوئی راستہ اختیار کریں یہ لوگ پکے کافر ہیں۔

ان آیات سے واضح ہے کہ قرآن نے کہا یہ ہے کہ پکے کافر وہ ہیں

(۱) جو خدا سے انکار کریں اور اس کے رسولوں سے انکار کریں۔ یا
(۲) جو خدا کو مانیں لیکن اس کے رسولوں سے انکار کریں۔ یا
(۳) جو بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں

یہ کافروں کی نشانی بتائی اور اس کے ساتھ ہی مومنوں کے متعلق یہ بتایا کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ (۴/۱۵۲) یعنی وہ لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی الگ نہیں کرتے۔ ان آیات سے کھلے طور پر واضح ہے کہ تفریق بین اللہ و بین الرسل کے معنے یہ ہیں کہ اللہ کو ماننا اور رسولوں کو نہ ماننا۔ یعنی خدا کی ہستی کا تو اقرار کرنا لیکن انسانی راہنمائی کیلئے خدا کی طرف سے وحی کی ضرورت سے انکار کرنا قرآن نے کہا ہے کہ اس قسم کا خدا پر ایمان، ایمان نہیں، کفر ہے۔ ہمارے ہاں ہندوستان میں برہمو سماجی فرقہ موجود ہے جو خدا کو مانتا ہے لیکن وحی خداوندی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ادھر یورپ میں یہ چیز آجکل عام ہو رہی ہے حتیٰ کہ ہکسلے نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی شائع کی ہے جس کا نام ہے (Religion without Revelation) یعنی "وحی کے بغیر مذہب"۔ یہ ہے تفریق بین اللہ و بین الرسل۔ اس کی ذرا سی بدلی ہوئی شکل ہے جسے ابوالکلام صاحب آزاد نے اپنی تفسیر میں پیش کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ خدا پرستی اور نیک عمل کی زندگی ہی اصل دین ہے۔ یہاں اتنا بتا دینا غیر محل نہ ہوگا کہ جب (غالباً ۱۹۳۰ء میں) ابوالکلام صاحب آزاد کی تفسیر کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے تو ملک کے گوشہ گوشہ سے اس کی تعریف و ستائش کے غلغلے بلند ہوئے۔ لیکن یہ بصیرت اور جرأت صرف ایک شخص کو نصیب ہوئی جس نے معارف میں ایک تفصیلی مقالہ لکھا اور اس میں بتایا کہ جب تک رسالت محمدیہ پر ایمان نہ لایا جائے خدا پرستی اور نیک عمل کے الفاظ کچھ معنی نہیں رکھتے (محترم پرویز صاحب کے اس مقالہ نے بڑی شہرت حاصل کی تھی اور اب یہ ان کے مجموعۂ مضامین — فردوس گم گشتہ — میں شامل ہو چکا ہے۔ عنوان ہے "کیا تمام مذاہب یکساں ہیں؟") ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنے کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ خدا پر ایمان لایا جائے اور رسول پر ایمان نہ لایا جائے۔ اس سے یہ مفہوم قطعاً نہیں کہ خدا اور رسول میں (معاذ اللہ) کوئی فرق نہ کیا جائے اور اسی طرح کتاب اللہ اور حدیث رسول کو بھی ایک سطح پر رکھا جائے اور ان میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ قرآن نے مقام رسالت کو نہایت واضح الفاظ میں متعین کر دیا ہے اور خدا اور اس کے رسول میں نمایاں طور پر فرق کر کے دکھلا دیا ہے۔ اس نے رسول کو خدا کا عبد یعنی خدا کا بندہ بتایا ہے۔ مثلاً بقرہ کے شروع ہی میں ہے۔

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا (۲/۲۳)

یہاں خدا کو قرآن کا نازل کرنے والا اور رسول کو خدا کا عبد کہا گیا ہے۔ پھر رسول کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ سب سے پہلے خود اس وحی پر ایمان لاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (۲/۲۸۵)

وہ اس وحی پر ایمان لا کر اس کی اتباع کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ انعام میں ہے کہ ان سے کہہ دے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ (۶/۵۰) کہ میں سوائے اس وحی کے جو میری طرف کی جاتی ہے کسی اور چیز کی اتباع نہیں کرتا۔ اسی کو سورۂ اعراف میں حصر کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (۷/۲۰۳) ان سے کہہ دو کہ میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور اس طرح اعلان کرتا ہے کہ میں اول المسلمین ہوں (۶/۱۶۳) یعنی میں سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار ہوں حتیٰ کہ وہ اس کا بھی اعلان کرتا ہے کہ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اھْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ (۳۴/۵۰) کہ اگر میں کہیں غلطی کرتا ہوں تو وہ میری اپنی وجہ سے ہوتی ہے اور اگر میں سیدھے راستہ پر

ہوتا ہوں تو وہ امر وحی کی رو سے ہے جو خدا کی طرف سے مجھے ملتی ہے۔ وہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا (۱۰/۱۵)، بلکہ وہ اسکی پوری پوری اتباع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ (۱۰/۱۵)، اگر میں اپنے خدا کی نافرمانی بد داری کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ حتیٰ کہ جو کچھ خدا نے حلال قرار دیا ہے لوگوں کے لئے تو ایک طرف رہا وہ اسے اپنی ذات کے لئے بھی حرام قرار نہیں دے سکتا۔ سورۂ تحریم میں ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (۶۶/۱)۔ مختصر یہ کہ وہ خود بھی وحی خداوندی کی اطاعت کرتا ہے اور جماعت مؤمنین کو بھی اسی کی اطاعت کراتا ہے۔ وہ ان معاملات کے فیصلے قرآن ہی کی رو سے کرتا ہے۔ (۵/۴۸) اور انہی فیصلوں کی اطاعت اس جماعت کے افراد پر فرض ہوتی ہے کیونکہ اطاعت کے بغیر کوئی نظام باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی کا نام اطاعت فی المعروف ہے جس کی معصیت (نافرمانی) سے سختی سے روکا گیا ہے۔ (۶۰/۱۲) اسی تفصیل کو سمٹا کر ان الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ یُّؤۡتِیَهُ اللّٰهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوۡلَ لِلنَّاسِ كُوۡنُوۡا عِبَادًا لِّیۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰكِنۡ كُوۡنُوۡا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنۡتُمۡ تُعَلِّمُوۡنَ الۡكِتٰبَ وَبِمَا كُنۡتُمۡ تَدۡرُسُوۡنَ (۳/۷۸) کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ وہ یہی کہے گا کہ تم اس کتاب کے ذریعہ جسے تم پڑھتے پڑھاتے ہو اللہ والے بن جاؤ۔

ان آیات سے واضح ہے کہ دین، خدا کی طرف سے بذریعہ وحی ملتا ہے اور رسول کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس دین پر ایمان لائے۔ اس پر عمل کرے اور دوسروں سے اس پر عمل کرائے۔

خدا اور اس کے رسول میں یہ اتنا بڑا فرق ہے جس سے کسی صورت میں بھی آنکھ بند نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا سورۂ نساء کی اس آیت سے جس میں تفریق بین اللہ و بین الرسل سے منع کیا گیا ہے یہ دلیل لانا کہ جس طرح خدا اور رسول میں کوئی فرق نہیں اسی طرح خدا کی کتاب اور رسول کی سنت میں کسی فرق کی گنجائش نہیں، رسول کو خدا کے ہم مرتبہ اور اس کے قول و فعل کو کتاب اللہ کے ہم پایہ قرار دینا ہے۔ اقوام سابقہ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ اپنے رسولوں میں شان الوہیت پیدا کر دیتے تھے۔ اس غلطی سے روکنے کیلئے قرآن نے بار بار رسول کو خدا کا عبد اور اس کے احکام کا فرمانبردار ظاہر کیا ہے لیکن مسلمانوں نے قدم قدم پر وہی کچھ کیا جو اقوام گذشتہ نے کیا تھا۔ تصوف والوں نے یہ عقیدہ پیدا کر لیا کہ ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر   اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

—— ۔ ۔ ۔ اور ارباب شریعت نے رسول کے اقوال کو قرآن کے ساتھ قرآن جیسا (مثلہ معہ) قرار دیکر خدا اور رسول کے فرق کو مٹا دیا اور رسول کو ہم پایۂ خدا بنا دیا۔ حالانکہ رسول کا صحیح مقام یہی ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

آخر میں یہ بھی دیکھئے کہ یہ حضرات جو یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ جس طرح خدا اور رسول میں کوئی فرق نہیں اسی طرح کتاب و سنت میں بھی کوئی فرق نہیں، خود ہی کتاب اور سنت میں کتنا بڑا فرق سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے سورۂ نساء کی وہ آیت لیجئے جس سے انھوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اس آیت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ روش کہ خدا پر ایمان لایا جائے اور رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے کفر کی روش ہے۔ اس آیت کی تشریح خود مودودی صاحب اپنی تفسیر میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> یعنی کافر ہونے میں وہ لوگ جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ اس کے رسولوں کو اور وہ جو خدا کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں مانتے اور وہ جو کسی رسول کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے۔ سب یکساں ہیں ان میں سے کسی کے کافر ہونے میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔ (تفہیم القرآن جلد اول ص۴۱۱)

یعنی مودودی صاحب کے نزدیک بھی اس آیت کا وہی مفہوم ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ انھوں نے یہ مفہوم بالکل نہیں لیا کہ خدا اور رسول ہم پایہ اور کتاب و سنت ہم مرتبہ ہیں۔ اب اس سے آگے بڑھئے اور یہ دیکھئے کہ خود ان کے نزدیک آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں کتنا بڑا فرق ہے۔ مودودی صاحب تفہیم القرآن میں فرماتے ہیں۔

> قرآن کے کلام اور محمد صلعم کے اپنے کلام میں زبان اور اسلوب کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اسقدر مختلف اسٹائل کبھی ہو نہیں سکتے ...... حدیث کی کتابوں میں آپ کے سینکڑوں اقوال اور خطبے موجود ہیں ان کی زبان اور اسلوب قرآن کی زبان اور اسلوب سے اسقدر مختلف ہے کہ زبان و ادب کا کوئی رمز آشنا نقاد یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔ (ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۵۲ء ص۳۵)

یہ تو رہا الفاظ کا فرق، اب یہ دیکھئے کہ رسول اللہ صلعم کے فیصلوں کے متعلق ان کا کیا عقیدہ ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ کلمات اللہ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کے اصول و قوانین زمان و مکان کے حدود سے بہت اونچے ہیں زمانہ کے تقاضوں سے ان میں کسی رد و بدل کی گنجائش نہیں لیکن سنت رسول اللہ کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ

> یہ حقیقت یقیناً ناقابل انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لیکر اپنے احکام کی بجا آوری کیلئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کثرت جزئیات ایسی بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے جو حالات عہد رسالت اور صحابہؓ میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعینہ وہی حالات ہر زمانہ اور ہر ملک کے ہوں لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کی ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح و حکم کے لحاظ سے ان کی جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جسکو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔ (تفہیمات حصہ دوم ص۲۴۳)

یہ ہے سنت نبوی کے متعلق ان کا عقیدہ اور اس کے باوجود اعلان یہ ہے کہ کتاب اور سنت میں کسی قسم کے فرق کی گنجائش نہیں۔ (ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر یہ حضرات اپنی بات کی پچ میں کل کو یہ کہدیں کہ ہم قرآن میں بھی اس قسم کے تغیر و تبدل کو جائز سمجھتے ہیں۔)

احادیث اور قرآن کے الفاظ کے فرق، اور ابدیت کے لحاظ سے کتاب اور سنت کے فرق کو آپ دیکھ چکے۔ اب لگے ہاتھوں یہ بھی دیکھ لیجئے کہ خود سنت کے تعین میں ان لوگوں کا مسلک کیا ہے۔

سنت کا تعین احادیث کی رو سے ہوتا ہے۔ احادیث کے مجموعوں میں بخاری کے مجموعہ کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مودودی صاحب نے اپنی پوزیشن کو واضح کرتے ہوئے، لکھا ہے کہ

> اس کے بارہ میں بھی یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا کہ اسکی تمام احادیث آنکھیں بند کر کے قبول کر لی جائیں۔ اسکی احادیث کو بھی اہل علم نے جانچا اور پرکھا ہے۔ اور جس نے بھی قبول کیا ہے تحقیق کے بعد ہی قبول کیا ہے۔ آج اگر کوئی اسکی احادیث پر تنقید کرے تو محض اس بناء پر کہ وہ بخاری کی حدیث پر کلام کر رہا ہے قابل ملامت نہ ہوگا بشرطیکہ وہ قواعد کے مطابق تنقید کرے۔ محض من مانے طریق بیان کو رد نہ کر دے۔ وہ دلیل سے بات کریگا تو اہل علم دیکھ لیں گے کہ اسکی دلیل میں کوئی وزن ہے یا نہیں۔
>
> (المنیر مؤرخہ ۱۷ جون ۱۹۵۵ء)

ہم پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ کیا مودودی صاحب کے نزدیک قرآن کی بھی یہی پوزیشن ہے یا اس میں اور احادیث کے مجموعوں میں فرق ہے؟ یعنی انھوں نے بخاری کے متعلق تسلیم کیا ہے کہ ایک صاحب علم کو یہ حق حاصل ہے کہ اسکی حدیثوں کو پرکھے اور اگر وہ علم و دلیل کی بناء پر سمجھے کہ فلاں حدیث رسول اللہ کی نہیں ہو سکتی تو اسے مسترد کر دے۔ کیا قرآن کے متعلق بھی یہ اجازت ہے کہ کوئی صاحب علم مسلمان اس کی آیات کو پرکھنا شروع کر دے اور علم و دلیل کی بناء پر بعض آیات کے متعلق یہ کہدے

گروہ (معاذ اللہ) خدا کلام نہیں؟ اگر مودودی صاحب کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ میں یہ بنیادی فرق تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ کتاب و سنت میں کسی تفریق کی گنجائش نہیں کس قدر باطل ہے۔

ہم قارئین سے درخواست کریں گے کہ وہ تصریحات بالا پر غور کریں اور پھر سوچیں کہ جماعت اسلامی والوں کا یہ دعویٰ کہ جس طرح خدا اور رسول میں فرق نہیں کیا جا سکتا اسی طرح کتاب اور سنت میں بھی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں)۔ قرآن کی رو سے درست ثابت ہوتا ہے یا طلوعِ اسلام کا یہ دعویٰ کہ خدا، خدا ہے۔ اور رسول، رسول اور انھیں ایک مقام پر نہیں رکھا جا سکتا، از روئے قرآن صحیح ہے؟

اس میں شبہ نہیں کہ یہ اعلان کرنا کہ ہم خدا اور رسول میں کوئی فرق نہیں کرتے عوام کے نزدیک بڑا خوش کن ہوتا ہے اور اس سے ان میں مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن دین کو اس طرح سے پیش کرنا بہت بڑی بدیانتی اور بہت بڑی جسارت ہے، جس سے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

ماہنامہ طلوعِ اسلام کے پرانے پرچے

ماہنامہ طلوعِ اسلام کے جو پرانے پرچے دفتر میں موجود ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

۱۹۴۹ء	اگست، ستمبر، نومبر، دسمبر
۱۹۵۱ء	مئی تا نومبر
۱۹۵۲ء	اگست تا نومبر
۱۹۵۳ء	جنوری کے علاوہ سب
۱۹۵۴ء	پورے سال کے

یہ پرچے بزمہائے طلوعِ اسلام کو چوتھائی قیمت پر اور دیگر اصحاب کو آدھی قیمت پر دیے جائیں گے۔

خواہشمند حضرات اپنی فرمائشیں جلد بھیجیں۔ ورنہ پرچے ختم ہو جانے کا احتمال ہے۔

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام — کراچی

مطبوعات طلوعِ اسلام

معراجِ انسانیت — از پرویز۔ سیرت صاحبِ قرآن علیہ التحیۃ والسلام کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کی پہلی اور کامیاب کوشش۔ مذاہبِ عالم کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ ساتھ حضور سرورِ کائنات کی سیرت اور دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ بڑے سائز کے تقریباً نو سو صفحات۔ اعلیٰ ولایتی گلیزڈ کاغذ، مضبوط و حسین جلد مع گرد پوش ——— قیمت — بیس روپے

ابلیس و آدم — از پرویز۔ سلسلۂ معارف القرآن کی دوسری جلد جسے نظرِ ثانی کے بعد شائع کیا گیا ہے۔ انسانی تخلیق، قصۂ آدم، ابلیس، جنات، ملائکہ، وحی وغیرہ جیسے اہم مباحث کی حامل۔ بڑی تقطیع کے ۰۰ ۵ صفحات ——— قیمت — آٹھ روپے

قرآنی دستورِ پاکستان — اس میں پاکستان کے لئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اور حکومت، علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ہے۔ دو سو چوبیس صفحات ——— قیمت دو روپے آٹھ آنے

اسلامی نظام — اسلامی مملکت کے بنیادی اصول کیا ہیں۔ اور اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں پرویز اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات۔ جنہوں نے فکر و نظر کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ ۱۸۰ صفحات ——— قیمت ——— دو روپے

سلیم کے نام — از پرویز۔ نوجوانوں کے دل میں اسلام سے متعلق جو شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا شگفتہ، مدلل اور اچھوتا جواب۔ بڑے سائز کے ۴۰۸ صفحات ——— قیمت ——— چھ روپے

قرآنی فیصلے — روزمرہ کی زندگی کے ساٹھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث۔ ۴۰۰ صفحات قیمت ——— چار روپے

اسبابِ زوالِ امت — از پرویز۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ہے کہ ہمارا مرض کیا ہے اور علاج کیا؟ ایک سو تالیس صفحات ——— قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

جشن نامے — ایسے عنوانات جنہیں پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی ہو اور آنکھوں میں آنسو۔ طنز اور تنقید کے گہرے نشتر۔ سات سالہ دورِ آزادی کی سسکتی ہوئی تاریخ۔ ۲۷۵ صفحات ——— قیمت دو روپے آٹھ آنے

مزاج شناسِ رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناسِ رسول! مزاج شناس کون ہیں؟ اس کی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۴۰ صفحات۔ قیمت ——— چار روپے

مقامِ حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے تقریباً چار سو صفحات اور قیمت فی جلد ——— چار روپے

فردوسِ گم گشتہ — از پرویز۔ ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۱۲ صفحات ——— قیمت چھ روپے

نوادرات — از علامہ اسلم جیراجپوری۔ علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات ——— قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — از پرویز۔ مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں۔ صفحات ۱۹۲ ——— قیمت دو روپے

نظامِ ربوبیت — از پرویز۔ انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور ذاتی ملکیت کا قرآنی تصور۔ دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب۔ ضخامت تین سو صفحے۔ قیمت قسم اول ——— چھ روپے قسم دوم ——— (غیر مجلد) ——— چار روپے

اقبال اور قرآن — از پرویز۔ علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ ڈسٹ کور کے ساتھ۔ صفحات ۲۵۶ قیمت دو روپے

تمام کتابیں مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ طلوعِ اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳ - کراچی

جاوید پریس بنگلوڈ روڈ کراچی

باب المراسلات

لاہور سے ہمارے ایک کرم فرمانے جنہیں طلوع اسلام سے قریبی تعلق ہے اور جن کا دل مسلمانوں کے درد سے لبریز ہے۔ ہمیں ایک تفصیلی خط لکھا ہے جس میں بہت سی باتیں آگئی ہیں۔ ان کے یہ خیالات درحقیقت نتیجہ ہیں اس مایوس کن فضا کا جو ملک میں ارباب حل و عقد کے عدم تدبر اور فقدان کردار کی وجہ سے پیدا ہو چکی ہے اور جس کی شدت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ چونکہ یہ فضا اس وقت اذہان و قلوب کو بالعموم متاثر کئے جا رہی ہے اسلئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ان میں سے بعض اہم نکات کا تذکرہ طلوع اسلام میں کر دیا جائے تاکہ قارئین میں سے دیگر حضرات بھی جو اس فضا سے متاثر ہو گئے ہیں ان حقائق پر غور کریں۔

۱۔ پنڈت نہرو انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ

پنڈت نہرو کے سفر ماسکو پر جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کے شایان شان نہیں۔ کیونکہ جو کچھ آپ کے ارباب حل و عقد کر رہے ہیں ان میں اور اس کے عمل و فکر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ تو آپ کے سامنے ہے کہ ان کو ہندوستان ملا تو انھوں نے ہندو کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور ہم کو پاکستان ملا تو ہم نے مسلمان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے

طلوع اسلام! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پنڈت نہرو اپنی مملکت اور اپنی قوم کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہاں کے ارباب حل و عقد اپنے عمل اور ایثار سے ہندوؤں کو ایک طاقتور قوم بنائے چلے جا رہے ہیں۔ یہ چیز ان کے لئے واقعی قابل ستائش ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وہ اپنی تمام قوت کو پاکستان کی تخریب کے لئے وقف کر دیں۔ ان کی شبانہ روز محنت کا مقصود یہ ہو کہ پاکستان کو تباہ اور برباد کر دیا جائے تو کیا ہم اس پر بھی ان کی تعریف ہی کرتے چلے جائیں؟ مثال کے طور پر یہ دیکھئے کہ ہندوستان نے بڑی محنت اور ہمت سے بھاکڑا ڈیم تعمیر کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اتنے بڑے منصوبہ کی تکمیل ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ لیکن اس بھاکڑا ڈیم سے مقصود یہ ہے کہ پیچھے سے آنیوالا سارا پانی اس میں انڈیل لیا جائے اور پاکستان کو تڑپا تڑپا کر مار دیا جائے۔ چنانچہ اپنے اس منصوبہ کی کامیابی کی خوشی میں اس قوم نے بہت بڑا جشن منایا اور پنڈت نہرو کی خدمت میں اپنی حسن و عقیدت کے پھول پیش کئے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیں بھی یہی کرنا چاہئے تھا کہ پنڈت نہرو کو مبارکباد کے تار بھیجتے اور ان سے کہتے کہ شاباش مردِ خدا

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

طلوع اسلام نے ان کی اس محنت کی داد دی اور یہاں کے ارباب بست و کشاد کو اس سے غیرت دلائی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا کہ ہندوؤں کے یہ مقاصد انسانیت کی نگاہ میں کبھی عزت و احترام سے نہیں دیکھے جا سکتے۔ اپنی قوم کی بہبود کی خاطر ہمسایہ اقوام کا خون چوس لینا بیکیاولی سیاست میں تو بیشک قابل تعریف قرار پا سکتا ہے لیکن انسانیت کی بارگاہ میں اسے کبھی واجب الاحترام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی صورت پنڈت نہرو کے ماسکو کے سفر کی ہے۔

بین الاقوامی سیاست میں جس طرح وہ اپنے لئے نئی راہیں تراشتے جا رہے ہیں وہ ان کے اور ان کی قوم کے لئے باعث فخر و ناز ہو سکتا ہے لیکن اس تمام جد و جہد کی تہہ میں جذبہ یہی کارفرما ہے کہ پاکستان کے سر پر مستقل خطرات کھڑے کر دیئے جائیں۔ کیا ہم اپنی قوم کو ان خطرات سے آگاہ نہ کریں! اور پنڈت نہرو کے حسن تدبر کے قصیدے پڑھتے رہیں؟ طلوع اسلام ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ صرف اسی اقدام کی تعریف کرتا ہے جو قانون کائنات کی رو سے سزاوار حمد و ستائش ہو۔

۲۔ امریکہ پرستی انھوں نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ

ایک بات اور جو کھٹکتی رہتی ہے وہ یہ ہے کہ طلوع اسلام خواہ مخواہ اشتراکیت کے خلاف لکھتا رہتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع اسلام امریکہ پرستی کا شکار ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طلوع اسلام کے ہر شذرہ اور مقالے سے امریکہ پرستی کی بو آتی ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے دنیا کا ہر فرد امریکہ کی پالیسی سے نفرت رکھتا ہے یہاں تک کہ جو انسان امریکہ کا محتاج ہے جسکو وہ روٹی دیتا ہے جسکو وہ کپڑا دیتا ہے۔ وہ بھی امریکہ سے نفرت رکھتا ہے

طلوع اسلام طلوع اسلام کی قسمت بھی عجیب ہے۔ مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ طلوع اسلام اشتراکیت کا علم بردار ہے اور روس سے ساز باز رکھتا ہے۔ اور اس کے موافقین کو اس کے ہر شذرہ اور ہر مقالے سے امریکہ پرستی کی بو آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس "امریکہ پرستی" کے خلاف جذبۂ محرکہ یہ ہے کہ پاکستان نے امریکہ سے مدد کیوں لی؟ اس باب میں طلوع اسلام اپنے مسلک کو متعدد بار واضح کر چکا ہے مختصراً صورت حالات یہ ہے کہ اس وقت دنیا کی کوئی چھوٹی سلطنت کسی حالت میں بھی خود مکتفی نہیں رہ سکتی۔ اسے کسی نہ کسی بڑی طاقت کی مدد کی ضرورت ہے۔ ان بڑی طاقتوں کے اس وقت دو گروہ ہیں۔ ایک امریکن بلاک اور دوسرا روسی بلاک۔ جہانتک روسی بلاک کا تعلق ہے ہم نے آج تک نہیں سنا کہ روس نے کسی قوم کو کوئی امداد دی ہو۔ اگر اس نے کسی کو کوئی امداد دی بھی ہے تو وہ صرف وہ اقوام ہیں جنھوں نے اپنے ہاں اشتراکی نظام کو رائج کر لیا ہے وہ کسی غیر اشتراکی مملکت کو کبھی مدد نہیں دیتا۔ اس لئے بھی کہ غیر اشتراکی مملکتوں میں عوام کا خوشحال رہنا اشتراکیت کے مفاد کے خلاف ہے۔ اشتراکیت کے آگے بڑھنے کا تو راز ہی یہ ہے کہ لوگ تباہ حال ہوں اور انھیں ضروریات زندگی تک میسر نہ آتی ہوں۔ جب کسی ملک میں یہ حالات پیدا ہو جائیں تو اسکی فضا اشتراکیت کے لئے خود بخود سازگار ہو جاتی ہے۔ بہرحال پاکستان کے لئے دو ہی راستے کھلے تھے۔ یا تو وہ اشتراکیت کو قبول کر کے روسی مدد حاصل کرتا اور یا امریکن بلاک کی طرف رجوع کرتا۔ اس نے دوسری صورت اختیار کی اور خود ہماری بھی یہ رائے ہے کہ ان دونوں بلاؤں میں سے اس نے بہرحال کم خطرناک بلا کو قبول کیا۔

یہ ہے ہماری وہ روش جس سے بعض دوستوں کو امریکہ پرستی کی بو آتی ہے۔ ورنہ اگر وہ اس خیال سے ہٹ کر طلوع اسلام کا مطالعہ کرتے تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ امریکہ نظام سرمایہ داری کا مؤید ہے اور طلوع اسلام قرآن کی رو سے نظام سرمایہ داری کو انسانیت کیلئے بدترین لعنت سمجھتا ہے۔ اس کے لئے اور نہیں تو خود طلوع اسلام کے ان مقاصد ہی کو دیکھ لینا چاہئے جو اسکی ہر اشاعت میں ٹائیٹل پر چھپتے ہیں۔ آپ سوچئے کہ ان مقاصد کا حامل پرچہ اپنے اندر ان عناصر کو کس طرح آنے دیگا جن سے امریکن نظام سرمایہ داری کی تائید کی بو آتی ہو۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ کسی کو کسی سے ایک معاملہ میں اختلاف ہو تو پھر اسکی ہر ادا میں اسے وہی اختلافی بات نظر آنے لگ جاتی ہے۔

۳۔ تشکیلِ پاکستان آگے چل کر یہ صاحب لکھتے ہیں کہ

پاکستان میں ہماری زبان، ہمارے کلچر، ہمارے دین ہماری نسل کا جو حال ہو رہا ہے اس کو دیکھکر خیال آتا ہے کہ مسلمان اگر آزاد ہندوستان کے مطالبہ میں شامل رہتا تو بہت فائدہ میں رہتا۔ اسکو سماجی، مذہبی، ثقافتی، آزادی خود بخود حاصل رہتی۔ کیونکہ ملازمت میں آپکے حقوق مسلم ہو چکے تھے۔ تجارت میں مسلمان نے اپنی استعداد سے ایک مقام حاصل کر لیا تھا۔ تعلیم میں برابر کا حصہ دار تھا ہندو آپ سے ہر گھڑی ڈرتا تھا اور ہر بات میں آپکا احترام کرتا تھا۔ اب وہ نہ آپ سے ڈرتا ہے اور نہ آپ کے کسی جذبات کا اسکو احترام ہے۔ آپ ہی کہئے جس بنا پر آپ نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا اور جس بنا پر آپ کو پاکستان

ملا تھا کیا وہ پوری بات آپ کو حاصل ہو گئی ہے؟ جہاں تک میرا خیال ہے ڈاکٹر اقبال کا مقصد ہرگز اس پاکستان سے نہیں تھا جو ہم کو حاصل ہوا ہے۔

طلوع اسلام

یہ ہے وہ مقام جہاں مایوسی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

سب سے پہلے تو یہی چیز واقعہ کے خلاف ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں نے تجارت میں ایک مقام حاصل کر لیا تھا تعلیم میں برابر کا حصہ دار تھا۔ ہندو اس سے ہر گھڑی ڈرتا تھا اور ہر بات میں اس کا احترام کرتا تھا۔ لیکن اسے بھی چھوڑیئے کہ اس وقت کیا صورت تھی۔ دیکھئے یہ کہ آج اس ہندوستان میں جہاں ہندو کا مقام اتنا اونچا ہو گیا ہے، مسلمان کی حالت کیا ہے۔ اس کیلئے ہم سے نہ پوچھئے، اور نہیں تو کم از کم متحدہ قومیت کی حامی، کانگریس کی ہمنوا جمعیۃ العلماء ہند کے ترجمان روزنامہ الجمعیۃ کے فائل اٹھا کر دیکھئے آپ کو نظر آ جائیگا کہ وہاں مسلمانوں پر عرصہ حیات کس طرح تنگ کیا جا رہا ہے اور اگر اخباروں کو بھی نہ دیکھنا ہو تو کھوکھرا پار کے رستے ہوئے ناسور کو دیکھئے۔ جہاں سے ستم رسیدہ اور مفلوک الحال مسلمان کارواں در کارواں پاکستان کی طرف امنڈے چلے آ رہے ہیں۔ پاکستان میں مہاجرین کی جو حالت ہے وہ ہندوستان کے مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔ آپ سوچئے کہ یہاں کے حالات کا علم ہونے کے باوجود جو مسلمان اپنا گھر بار، اعزاء و اقارب اور اثاث البیت وغیرہ چھوڑ چھاڑ ہزاروں تباہیوں اور بربادیوں کو برداشت کرتے ہوئے یہاں چلے آ رہے ہیں وہ وہاں کتنے اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ تشکیل پاکستان کے ساتھ ہی یہاں نہایت لطیف انداز سے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا تھا کہ ہم نے ہندوستان سے الگ ہو کر اپنا بڑا نقصان کیا ہے اس پروپیگنڈے کا سرچشمہ ہندوستان میں اکھنڈ بھارت کی تحریک تھی (اور اب بھی ہے) یہ پروپیگنڈا ان لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے جو تقسیم سے پہلے بھی تشکیل پاکستان کے مخالف تھے۔ وہ لوگوں میں مسلسل اور متواتر یہ زہر پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور بدقسمتی سے ہمارے ارباب حل و عقد کی بوالہوسیاں اور مفاد پرستیاں ان کے اس پروپیگنڈہ کی تقویت کا موجب بنتی ہیں۔ یہی ہے وہ پروپیگنڈہ جس سے وہ سادہ لوح حضرات بھی متاثر ہو رہے ہیں جو پاکستان کے حامی تھے اور اب یہ مسلمان کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ہم متعدد بار ارباب بست و کشاد کی توجہ اس طرف منعطف کرا چکے ہیں کہ ان کی نالائقیوں، بدعنوانیوں اور ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے ملک کی فضا مسموم اور مکدر ہوتی چلی جا رہی ہے اور لوگ جس مایوسی کا شکار ہو رہے ہیں وہ نہایت خطرناک نتائج پر منتج ہو سکتی ہے۔ لیکن انھوں نے اس پر کان نہیں دھرا۔ [illegible] کے باوجود ہم ملک کے ہوشمند طبقہ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر انھوں نے بھی ان تمام خطوط پر سوچنا شروع کر دیا تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ یاد رکھئے علاج کی صورت یہ نہیں کہ ہم یہ کہہ کر اپنی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائیں کہ پاکستان کا بنانا ہی غلطی تھا۔ پاکستان کی تحریک اسلام اور اہل پاکستان دونوں کے لئے آیۂ رحمت تھی۔ اور اب بھی پاکستان کا خطۂ ارض ان دونوں کے لئے آیۂ رحمت بن سکتا ہے بشرطیکہ ہمارا ہوش مند طبقہ ان خطوط پر سوچنا شروع کر دے کہ یہاں کی خرابیاں کس طرح دور کی جا سکتی ہیں نہ یہ کہ اسے ہندو کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

۴۔ طلوع اسلام اور سیاست

آخر میں انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ طلوع اسلام ہفتہ وار ہو کر دن بدن سیاسی ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ اس کے مسلک کے خلاف ہے

طلوع اسلام

طلوع اسلام کو تو ہفتہ وار کیا ہی اسلئے گیا ہے کہ وہ سیاست حاضرہ پر قرآن کی روشنی میں تبصرہ کر سکے۔ اگر قرآن کی روشنی سیاست مدن میں ہمیں کوئی راہنمائی نہیں دیتی تو اس کتاب کا (معاذ اللہ) مقصد ہی کیا رہ جاتا ہے۔ قرآن یہ سکھانے کیلئے آیا ہے کہ انسان کو اس دنیا میں زندگی کس طرح بسر کرنی چاہئے۔ اور اسی کو سیاست مدن کہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن اس دنیا میں جس قسم کی زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے اس سے انسان کی اگلی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ باقی رہا یہ خیال کہ اس طرح طلوع اسلام میں علمی مضامین کا حصہ کم ہو گیا ہے تو یہ چیز غلط فہمی پر مبنی ہے۔ آپ ان پانچ ماہ کے ہفتہ وار پرچوں کو دیکھئے ان میں جس قدر علمی مضامین شائع ہوئے ہیں وہ ماہنامہ طلوع اسلام کی سال بھر کی مجموعی اشاعت سے بھی زیادہ نکلیں گے۔

حرف آخر

جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا ہے ہم نے اس خط کے اہم حصص اور ان کے جوابات کو اسلئے طلوع اسلام میں شائع کیا ہے کہ دیگر قارئین بھی ان سے مستفید ہو سکیں۔ طلوع اسلام کے ناظرین سے ہماری ہمیشہ درخواست رہتی ہے کہ طلوع اسلام میں جس عنوان پر جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ اسے قرآن کی روشنی میں پرکھیں اور جہاں انھیں کوئی بات قرآن سے ہٹی ہوئی نظر آئے اسے فوراً ہمارے نوٹس میں لائیں اس کے لئے ہم ان کے بدل شکر گذار ہوں گے۔

طلوع اسلام کثیر تعداد میں شائع ہو کر پاکستان و ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں ہر طبقہ کے لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ اس میں چھپنے والے اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گذرتے ہیں۔
نرخنامہ اشتہارات، و تفصیلات ناظم ادارہ (شعبۂ اشتہارات) سے حاصل کیجئے۔
ناظم ادارۂ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۱۳، کراچی

عالمِ اسلامی

عراق اور ترکی کے معاہدے میں پاکستان کی شمولیت کے اعلان نے شرقِ وسطیٰ کے دفاع کو ایک یقینی منزل میں داخل کر دیا ہے۔ اس معاہدے میں برطانیہ بھی شریک ہو چکا ہے۔ اور اسی شرکت کا نتیجہ ہے کہ برطانیہ نے عراق سے سنہ ۱۹۳۰ء کا معاہدہ ختم کر دیا ہے اور فوجی اڈے خالی کر دیئے ہیں۔ ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا کیونکہ نئی صورتِ حال میں عراق میں برطانوی اڈوں کی ضرورت ہی نہیں رہتی نیز نئے معاہدے میں شریک ہو کر تمام معاہد ممالک کا درجہ مساوی ہو جاتا ہے۔ قومی آزادی کے نقطۂ نگاہ سے عراق کے لئے یہ بڑے نفع کا سودا ثابت ہوا ہے۔

اب پاکستان کے آنے سے معاہد اقوام کی تعداد چار تک پہونچ گئی ہے۔ پاکستان کے باقاعدہ شریک ہو جانے پر معاہدہ کی رو سے چاروں ممالک کے وزرائے خارجہ کا اجتماع ہوگا۔ جس میں دفاعی تنظیم کی تشکیل پر غور کیا جائے گا۔ گویا اب اس دفاعی سلسلہ کا دوسرا دور شروع ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس معاہدے میں مزید توسیع کی توقع ہے۔ ایران کے متعلق ایک عرصہ سے قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں کہ وہ اس میں شریک ہو جائے گا۔ پاکستان نے شرکت کا اعلان کیا تو طہران کی اطلاعات سے مترشح ہوتا ہے کہ حکومتِ ایران بھی معاہدہ کے مالۂ و ماعلیہ پر غور کر رہی ہے۔ ایران کی شرکت صرف وقت کا سوال ہے کیونکہ ایران کی خارجہ پالیسی جس ڈگر پر جارہی ہے وہ اس شرکت کا موید ہے۔ ایران کی راہ سے ایک اہم رکاوٹ دور ہو چکی ہے۔ یہ رکاوٹ روس کی طرف سے پیدا کی گئی تھی۔ دوسری عالمگیر جنگ میں جب روس نے شمالی ایران پر قبضہ کیا تو اس نے ایران کا گیارہ ٹن سونا ہتھیا لیا تھا۔ لڑائی کے بعد سے اس گراں قدر سونے کی واپسی کے لئے مذاکرات ہو رہے تھے۔ اور گو روس اس کی واپسی کے لئے رضامند تھا۔ لیکن وہ عملاً اس میں لیت و لعل کرتا جا رہا تھا۔ چنانچہ جب ایران کے شرقِ وسطیٰ کے دفاع میں شریک ہونے کا امکان نظر آیا۔ تو یہ خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ روس اس سونے کو روک لے گا اور ایران کو اس شرکت سے باز رکھے گا۔ یہ سونا بالآخر ایران کو واپس مل گیا ہے۔ اب کم از کم روس کی طرف سے کسی مزاحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایران کے ساتھ امریکہ کے بھی اس معاہدے میں شریک ہونے کی توقع ہے۔ امریکہ کی شرکت کو بھی یقینی سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اب تو برطانیہ بھی شریک ہو چکا ہے نیز امریکہ کی شرکت کے بغیر مجوزہ دفاعی تنظیم اتنی مضبوط و موثر نہیں ہو سکتی۔ جتنی کہ ہونی چاہیئے۔ پاکستان کی شرکت کے بعد تو یہ خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں کہ امریکہ شرکت پر غور کر رہا ہے۔ لیکن امریکی حکومت کی طرف سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ اغلب یہی ہے کہ امریکہ مناسب وقت پر اپنے فیصلے کا اعلان کرے گا۔

افغانستان جسے ایسی تنظیم میں لازماً موجود ہونا چاہیئے تھا اندھا دھند دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ افغانستان مسلمان ملک ہی نہیں بلکہ جغرافیائی اعتبار سے اس کا تعلق بیرونی دنیا سے صرف پاکستان کے ذریعہ ہے۔ گویا اس کا قدرتی رجحان پاکستان لہٰذا مسلمان ممالک کی طرف ہونا چاہیئے۔ لیکن وہ ان تقاضوں کو ٹھکرا کر ماسکو کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس طرح اس نے دنیائے اسلام کے لئے ایک سنگین مسئلہ پیدا کر دیا ہے کیونکہ یہ خطرہ یقینی سا ہو گیا ہے کہ وہ ممالک اسلامیہ کے لئے کمیونزم کا دروازہ ثابت ہو۔ پاکستان نے غایت درجے کے اشتعال کے باوجود بین الاقوامی قواعد کے مطابق مزید اقدام نہیں کیا مزید اقدام نہ کرنے کی ...... ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ترکی اور ایران مصالحت کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہر دو ممالک نے شروع میں مصالحت کی پیشکش کی تھی۔ لیکن سعودی عربیہ کے نمائندے نے مصالحت کا آغاز کر دیا اور وہ رک گئے۔ اب وہ اپنے طور پر کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایران کے سفیر متعینہ پاکستان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ بڑی کوشش کر رہے ہیں کہ انقطاعِ تعلق تک نوبت نہ پہونچے۔ شہزادہ مساعد نے مصالحت کے لئے جتنی سر توڑ کوشش کی وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ مصالحت کو کامیاب بنانے کے لئے پاکستان نے غیر متعلق امور تک میں مراعات دیں لیکن افغانی حکمرانوں کی ضد نے انھیں ناکام بنا دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ترکی اور ایران اس ضد کو کیسے توڑ سکتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو جائیں تو عالمِ اسلامی کے لئے یہ نیک فال ہوگا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اس سے پیشتر کونسی کسر رہ گئی تھی جسے ترکی اور ایران پوری کریں گے اور اس سے اہم تر سوال یہ ہے کہ وہ بھی ناکام ہوئے تو کیا ہوگا؟ بحالات موجودہ افغانستان اس سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ اس کی خوشامد کی جا رہی ہے اور وہ بڑی مضبوط پوزیشن میں ہے۔ کیونکہ وہ کئی ممالک اسلامیہ کو ٹکا سا جواب دے سکتا ہے۔ اگر اس کا حل نہ سوچا گیا تو مزید مذاکرات مصالحت بے سود ہی نہیں خطرناک بھی ثابت ہوں گے۔

اگر مسلمان ممالک کسی ایک مسلمان ملک کو زیادتی اور فتنے سے باز نہیں رکھ سکتے تو یہ توقع عبث ہے کہ وہ مظلوم مسلمانوں کو اغیار کے چنگل سے نجات دلائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب اقصیٰ کے مسلمان فرانسیسی مظالم کا زیادہ سے زیادہ شکار ہوتے جا رہے ہیں اور بظاہر ان کی مصیبت کے ختم ہونے کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ فرانس ناٹو کی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر وہاں سے فوجیں منتقل کر کے شمالی افریقہ میں جمع کر رہا ہے لیکن امریکہ اس کا منہ دیکھ رہا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اس سے یورپ کا محاذ کمزور ہو گیا ہے۔ لیکن وہ فرانس کو اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔ عرب اور دیگر مسلمان ممالک بھی زبانی جمع خرچ میں لگے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں مظلومین مغربِ اقصیٰ کا اپنے آپ کو تنہا سمجھنا بالکل قابلِ فہم ہے۔ انہی دنوں الجزائر میں یومِ ماتم منایا گیا۔ یہ یوم فرانسیسی قبضے کا ایک سو پچیسواں سالانہ دن تھا۔ دیکھا جائے تو یہ فرانسیسی قبضے کا ہی ماتم نہ تھا مسلمان حکومتوں کے صریح تغافل کا بھی ماتم تھا۔

ترکی میں ان دنوں ایک کمیونسٹ سازش پکڑی گئی ہے جسے حکومت کے بیان کے مطابق بلغاریہ کے وائس قونصل کی سرپرستی حاصل تھی چنانچہ وائس قونصل کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے اور ان کے چند ایک ترک شرکائے جرم کو بھی۔ ترکی جس انداز سے کمیونزم کے خلاف دفاعی تنظیم تشکیل کر رہا ہے اور ممالک اسلامیہ کو ایک مرکز پر مجتمع کر رہا ہے۔ اس کے پیشِ نظر ایسی سازشوں کا ہونا بالکل قابلِ فہم ہے۔ لیکن غنیمت ہے کہ حکومت کی ہوشیاری سے اس کا سراغ مل گیا۔ اور اس کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان حالات میں اس پر تعجب آتا ہے کہ ترکی کی حزبِ مخالف یعنی ری پبلکن پارٹی پر حکومت نے الزام لگایا ہے کہ وہ عارضی معاشی نشیب و فراز کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہے اور یہ مشہور کر رہی ہے کہ ملک عظیم معاشی بحران سے دوچار ہے۔ پوری تفصیل کے بغیر اس پر رائے مشکل ہے۔ لیکن اگر حزبِ اختلاف محض برسرِ اقتدار پارٹی کو بدنام کرنے کے لئے ملک کی معاشی تصویر کو اس رنگ میں پیش کر رہی ہے۔ تو وہ ملک کی خدمت بجا نہیں لا رہی بلکہ دشمنانِ وطن کے ہاتھ مضبوط کر رہی ہے ترکی جن خطرات میں گھر رہا ہے۔ اس میں اتحاد و یکجہتی کی زیادہ ضرورت ہے۔ وہ جمہوریت بھی مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی جس سے ملکی مفاد کو نقصان پہنچے۔

انڈونیشیا میں ایک عجیب طرح کا ہنگامہ کھڑا ہو گیا ہے۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ صدر سوئیکارنو نے میجر جنرل یوتویو کو چیف آف اسٹاف مقرر کیا تو فوج نے ان کی تقرری کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس تقریب میں اس تقرری کا اعلان ہوا۔ اس کا فوجی افسروں نے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ گو ان کے سرغنے کو معطل کر دیا گیا ہے۔ لیکن ہنگامہ فرو نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس تقرری میں وزیرِ دفاع کا ہاتھ تھا جو روس سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کے بیوی بچے اب بھی روس میں رہ رہے ہیں۔ وہ پہلے ہی سے بدنام ہیں کہ فوج میں جگہ بہ جگہ اپنے آدمی لگا رہے ہیں۔ اس سے فوج میں ان کے خلاف کافی فضا پیدا ہو گئی ہے اور کوئی عجب نہیں کہ یہ مطالبہ شروع ہو جائے کہ انھیں برطرف کر دیا جائے فوج میں اس تازہ تقرری کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ اس طریقے سے کمیونسٹوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ انڈونیشیا کی موجودہ حکومت کو کمیونسٹوں کی تائید حاصل ہے۔ چنانچہ اس پر الزام لگایا گیا ہے کہ آنے والے انتخابات کے پیشِ نظر وہ انکی خوشنودی حاصل کرنے کی خصوصیت سے کوشش کر رہی ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ یہ ہنگامہ روس کے سفیر کے آنے کے بعد ہوا۔ یہ سفیر رومانیہ میں انقلاب پیدا کرنے کا سہرا حاصل کر چکا ہے۔ یہ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ صدر سوئیکارنو جو حج کے سلسلہ میں روانہ ہونے والے تھے اور کئی ممالک کا دورہ کر کے مکہ معظمہ پہنچنے کا فیصلہ کر چکے تھے لیکن انھیں آخر وقت پر اپنا پروگرام غیر معین عرصے کے لئے ملتوی کر دینا پڑا۔ اس ہنگامے سے پتہ چلتا ہے کہ انڈونیشی جسدِ سیاست میں کمیونزم کا ناسور کتنا گہرا ہے۔

بین الاقوامی جائزہ

۱۸ر جولائی سے جو چوٹی کی کانفرنس جنیوا میں منعقد ہو رہی ہے اس سے متعلق یہ توقع تو کم پائی جاتی ہے کہ جو متنازعہ فیہ مسائل عالمی کشیدگی کا باعث ہیں ان کے تصفیہ کی کوئی صورت ہو جائے گی لیکن یہ آس بالعموم لگائی جا رہی ہے کہ عالمی کشیدگی کے کم ہونے کے سامان ضرور پیدا ہو جائیں گے۔ ایسی کانفرنس کا انعقاد فی الواقعہ بین الاقوامی سیاست میں ایک سنگ میل ہے اور اس سے دور رس نتائج نکلنے کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس کانفرنس کا خیال انگلستان کے سابق وزیر اعظم سر ونسٹن چرچل کے دل میں سٹالن کی موت کے بعد آیا تھا کیونکہ انھوں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اس قائد کے اٹھ جانے سے روس میں ایسی فضا پیدا ہو گئی ہے جس سے امن عالم کی برقراری کے امکانات روشن ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ سٹالن کے جانشینوں کو براہ راست ملاقات کر کے آزما لیا جائے۔

مغربی یورپ میں اس تجویز کو تائید حاصل ہو گئی لیکن امریکہ نے اس میں چنداں دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ اس کی متعدد وجوہات تھیں۔ ایک تو وہ مصر تھا کہ جب تک روس اپنے عملی ثبوت نہیں دیتا جن سے پتہ چلے کہ وہ واقعی امن کا خواہاں ہے اس وقت تک کسی قسم کی ملاقات بے کار ہے۔ دوسرے اسے ڈر تھا کہ روس امن کا سبز باغ دکھا کر اقوام مغرب میں پھوٹ ڈلوانے کا موجب بن جائے گا۔ امریکہ کا موقف بالکل قابل فہم تھا۔ چنانچہ مغرب کی طرف سے ایک طرف یہ کوشش شروع ہو گئی کہ روس امن پسندی کا عملی مظاہرہ کرے اور دوسری طرف یہ کہ اگر روسی قائدین سے ملاقات تک نوبت آئے تو اقوام مغرب میں آپس میں کامل ہم آہنگی پیدا ہو چکی ہو۔

اس کا فائدہ اقوام مغرب کو ضرور پہنچا کیونکہ اس دوران میں انھوں نے معاہدات پیرس کی تصدیق کر کے مغربی جرمنی کی اسلحہ بندی کا بھی فیصلہ کر لیا اور اسے ناٹو کا رکن بھی بنا لیا۔ روس نے ان معاہدات کی تصدیق سے پیشتر تو بڑے اضطراب اور غصے کا اظہار کیا اور متعلقہ اقوام کو طرح طرح کی دھمکیاں بھی دیں لیکن جب وہ ان مساعی کو بے نتیجہ نہ کر سکا تو خلاف توقع اس نے اپنی چال بدل لی۔ اب وہ قول میں کلی طور پر اور عمل میں بہت حد تک امن پسند بن گیا۔ اس نے آسٹریا سے معاہدہ امن کی داغ بیل بھی رکھ دی حالانکہ کوئی دس سال سے بڑی طاقتوں کے اختلافات کی وجہ سے یہ معاہدہ طے نہیں ہو رہا تھا۔ اس میں البتہ اس نے یہ صورت ضرور پیدا کر لی کہ آسٹریا غیر جانبدار رہے۔ گویا اس کی حکمت عملی یہ ہو گئی کہ غیر جانبداروں کا ایک سلسلہ تیار ہو جائے تاکہ اقوام مغرب اپنی دفاعی تنظیموں میں ناکام ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا حالانکہ اسے سٹالن کے عہد میں راندہ درگاہ قرار دیدیا گیا تھا اور اس کے حق میں کبھی کلمۂ خیر نہیں کہا گیا تھا۔ لیکن لائحہ عمل کی تبدیلی کے بعد روس کے اعلیٰ قائدین بلگانن اور کروشیف بذات خود بلگریڈ گئے اور طرح طرح سے اس کی خوشامد کی۔ مارشل ٹیٹو نے بعض روسی مطالبات (مثلاً یہ مطالبہ کہ سرخ چین کو اقوام متحدہ کا رکن بنا لیا جائے) کی تائید ضرور کی لیکن ابھی اس کا ثبوت نہیں مل سکا کہ وہ غیر جانبدار ہو جائیگا۔ کیونکہ ابھی تک وہ مغرب کی طرف جھکا ہوا ہے۔

یوگوسلاویہ کے بعد روس نے مغربی جرمنی کے چانسلر ڈاکٹر ایڈینار کو ماسکو آنے کی دعوت دی۔ ڈاکٹر ایڈینار وحدت جرمنی کے تو پرجوش خواہاں ہیں لیکن وہ پوری طرح مغرب کے ساتھ ہیں اور جرمنی کی اسلحہ بندی کو جس پر اقوام مغرب نے اتفاق کر لیا ہے کسی نتیجہ تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ دعوت ملتے ہی انھوں نے وضاحت کر دی کہ وہ غیر جانبدار نہیں ہونگے بلکہ بدستور مغرب کے حلیف رہیں گے۔ اس کے ساتھ ہی وہ امریکہ بھی گئے اور وہاں امریکی، برطانوی اور فرانسیسی قائدین سے مل کر اپنا موقف طے کر آئے ہیں۔ وہ چوٹی کی کانفرنس کے بعد ماسکو جائیں گے۔ اس کانفرنس سے ان کا راستہ بہت حد تک صاف ہو جائیگا۔

اس پس منظر میں جنیوا میں صدر آئزن ہاور، وزیر اعظم فار اور وزیر اعظم ایڈن کی کانفرنس منعقد ہوگی۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے روس کے متعلق ایک یہ خیال پایا جاتا ہے کہ سٹالن کی عظیم شخصیت سے محروم ہو کر روس میں اضمحلال کے آثار پیدا ہو گئے ہیں اور اس کے نئے لیڈروں کے مابین اقتدار کی ایسی جنگ شروع ہو گئی ہے جس کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے وہ مجبور ہیں کہ بیرونی طور پر امن کی فضا پیدا کریں اور اسے برقرار رکھیں۔ ظاہر ہے کہ روس اس رائے کو پسند نہیں کر سکتا۔ اسے غلط ثابت کرنے کے لئے انہی دنوں ماسکو میں ہوائی قوت کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی کمیونسٹ پارٹی کے پہلے سکرٹری کروشیف نے اقوام مغرب کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ روس کی امن پسندی کے مظاہرے اس کی کمزوری کی دلیل نہیں لہٰذا وہ یہ غلط فہمی دل سے نکال دیں اور پورے خلوص سے امن کی بحالی کے لئے کوشش کریں تاکہ جنیوا کانفرنس سے خاطر خواہ نتائج پیدا ہوں۔ اقوام مغرب اس نظریے سے متفق تو نہیں ہو سکتیں لیکن ان کا رویہ مفاہمت پسندانہ ضرور ہے۔ خود امریکہ اس کانفرنس سے حسن ظن رکھتا ہے۔ فرانس اور برطانیہ میں تو خصوصیت سے کوشش ہو رہی ہے کہ ایسی تجاویز پہلے سے مرتب کر لی جائیں جو قائدین روس کے روبرو پیش کی جا سکیں تاکہ مفید نتائج پیدا ہو سکیں۔ وزیر اعظم ایڈن اس سلسلہ میں خاص طور پر سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ انھوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ امریکہ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، ناٹو کو نہیں توڑیں گے اور جرمن وحدت کے لئے کوشاں رہیں گے۔ ان اصول ثلاثہ پر مفاہمت ناقابل تصور ہے البتہ باقی امور پر دو ٹوک کھل کر بات کی جا سکتی ہے۔ انھوں نے ایک تجویز تیار کر کے ماسکو بھیجی ہے۔ اس میں کوشش کی گئی ہے کہ روس کو یقین دلایا جائے کہ اقوام مغرب اس کے خلاف جارحیت کا کوئی خیال نہیں رکھتیں۔ اس میں تحدید اسلحہ اور جرمن وحدت سے متعلق تجاویز ہیں۔ ماسکو کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اس کا اثر خوشگوار ہوا ہے۔ کوئی عجب نہیں کہ روس جنیوا میں جرمن وحدت کو بھی تسلیم کر لے اور اس پر بھی رضامند ہو جائے کہ متحدہ جرمنی مغرب کا حلیف رہے۔ روسی قائدین کا پارۂ مزاج ان دنوں کافی (؟)

گذشتہ سال کی جنیوا کانفرنس کی طرح اس کانفرنس پر بھی پنڈت نہرو کا سایہ پڑ رہا ہے۔ وہ ماسکو کا دورہ کر چکے ہیں اور اقوام مغرب کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ وہی روسی ذہن کی ترجمانی کر سکتے ہیں۔ ماسکو سے ان کے اور مارشل بلگانن کے دستخطوں سے جو مشترکہ اعلامیہ شائع ہوا ہے اس میں پانچ شیلا[1] کا خصوصی ڈھنڈورہ پیٹا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان نے روسی مطالبات ہی کی تائید کی ہے۔ اندرون ہند اس دورے نے عجیب فضا پیدا کر دی ہے۔ ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی اپنی پالیسی کو اس کے مطابق کر رہی ہے۔ چنانچہ وہ بین الاقوامی معاملات میں پنڈت نہرو کی تائید کرے گی کیونکہ وہ روسی حکمت عملی کے مؤید ہوں گے اور اندرون ملک ان کی مخالفت کریگی کیونکہ وہ بہرحال اپنے اقتدار کا راستہ صاف کرے گی۔ گویا بیرون ملک تو پنڈت جی از خود روسی حلقۂ اثر میں جا رہے ہیں اور اندرون ملک کمیونسٹ پارٹی کمیونزم کے حق میں فضا تیار کرے گی۔ اس سے لامحالہ کمیونزم کو فروغ ہوگا۔ یہ وہ خطرہ ہے جسے پاکستان نظر انداز نہیں کر سکتا۔ پنڈت جی نے ہوس قیادت میں اپنے ملک کے لئے تو مصیبت پیدا کی تھی وہ ہمارے لئے بھی یہ خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔

پنڈت جی دنیا بھر کو امن کا پیغام دے رہے ہیں لیکن اپنے گھر میں یہ حالت ہے کہ سکھوں اور مسلمانوں جیسی اہم اقلیتوں کو امن و عافیت میسر نہیں۔ سکھوں کو پنجابی صوبے کا مطالبہ کرنے کے جرم میں جو سزا دی جاتی سو دی جاتی انھیں یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ اسکے حق میں نعرے لگا سکیں۔ چنانچہ انھوں نے نعرے لگانے کا حق تسلیم کرانے کے لئے مورچہ لگا رکھا ہے۔ یہ تحریک دو ماہ سے جاری ہے اور اب تک ہزاروں سکھ گرفتار ہو چکے ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔

---

[1] پنچ شیلا یا پانچ اصول یہ ہیں (۱) ایک دوسرے کی آزادی کا احترام (۲) عدم جارحیت (۳) دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت (۴) برابری اور باہمی امداد (۵) پر امن تعاون باہم۔ یہ وہ پانچ اصول ہیں جو تبت سے متعلق ہندوستان اور چین میں سمجھوتے کے دوران میں وضع ہوئے تھے انہی اصولوں کی بنا پر ہندوستان کو چین نے تبت سے بیدخل کر دیا تھا۔ لیکن اس پسپائی کو چھپانے کیلئے پنڈت جی نے انھیں امرت دھارا ہی بنا لیا اور جگہ جگہ اسکا چرچا کرتے پھرتے ہیں۔

مشرقی پنجاب کی حکومت کی یہ حالت ہے کہ اس کی کابینہ ہمہ وقت صورت حال پر غور کرتی رہتی ہے۔ ہر چند یہ تحریک پر امن تھی اس کے باوجود پولیس پچھلے دنوں رضاکاروں سے متصادم ہوگئی۔ اس نے فائرنگ کر کے دربار صاحب امرتسر کو گھیرے میں لے لیا۔ چنانچہ اب تک دربار صاحب پر پولیس کا قبضہ ہے اور سکھوں کے چار کے چار روزناموں کو سربمہر کر دیا ہے چنانچہ اس وقت سکھوں کا کوئی اخبار نہیں چلتا۔ حکومت کی اس زیادتی کا اثر یہ ہوا ہے کہ جو سکھ اب تک مورچے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ بھی اس کے مؤید ہوگئے ہیں۔ وہ یہ بھی مطالبہ کر رہے ہیں کہ پولیس کے تشدد کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے۔ اور مجرموں کو سزا دی جائے۔

حکومت کے رویہ میں ابھی تک نرمی کے آثار نظر نہیں آتے اور سکھ تحریک زور پکڑتی جا رہی ہے۔

مسلمانوں پر مظالم تو معمول بن چکے ہیں۔ چنانچہ تازہ اطلاع ہے کہ بنگلور کے دس ہزار مسلمانوں کو محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے نوٹس جاری کر دیئے گئے ہیں کہ انہیں کیوں نہ تارک وطن قرار دیا جائے۔ بیٹھے بٹھائے مسلمانوں کو گھروں سے ہی نہیں بلکہ وطن سے باہر نکال دینا پنڈت نہرو کی حکومت کے لئے ہی باعث فخر ہو سکتا ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا میں جنوبی ویٹ نام کا ہنگامہ ابھی فرو نہیں ہوا۔ وزیر اعظم ڈیم کا پلہ بھاری نظر آ رہا ہے اور وہ اپنے حریفوں کو شکست دیئے چلے جا رہے ہیں لیکن ان کی مشکلات میں کمی کی توقع بے سود ہے۔ وہ ہوا ہاؤ کو قریباً شکست دے چکے تھے کہ انقلابی کمیٹی نے انہیں الٹی میٹم دے دیا کہ حکومت کو برطرف نہ کیا گیا تو وہ بغاوت کر دے گی۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس سے کیا صورت حال پیدا ہوتی ہے۔ اس کی پڑوسی ریاست لاؤس میں پھر سے بدامنی شروع ہو گئی ہے یہ بدامنی کمیونسٹوں نے پیدا کی ہے۔ ابھی نہیں کہا جا سکتا کہ باغی کمیونسٹ ملک میں باہر سے داخل ہوئے ہیں یا اندر سے ہی حکومت کے خلاف صف آرا ہوگئے ہیں۔ امر واقعہ کچھ بھی ہو اس سے سیٹو اقوام کے لئے دردسر ضرور پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ علاقہ سیٹو کے حلقۂ اثر میں ہے۔

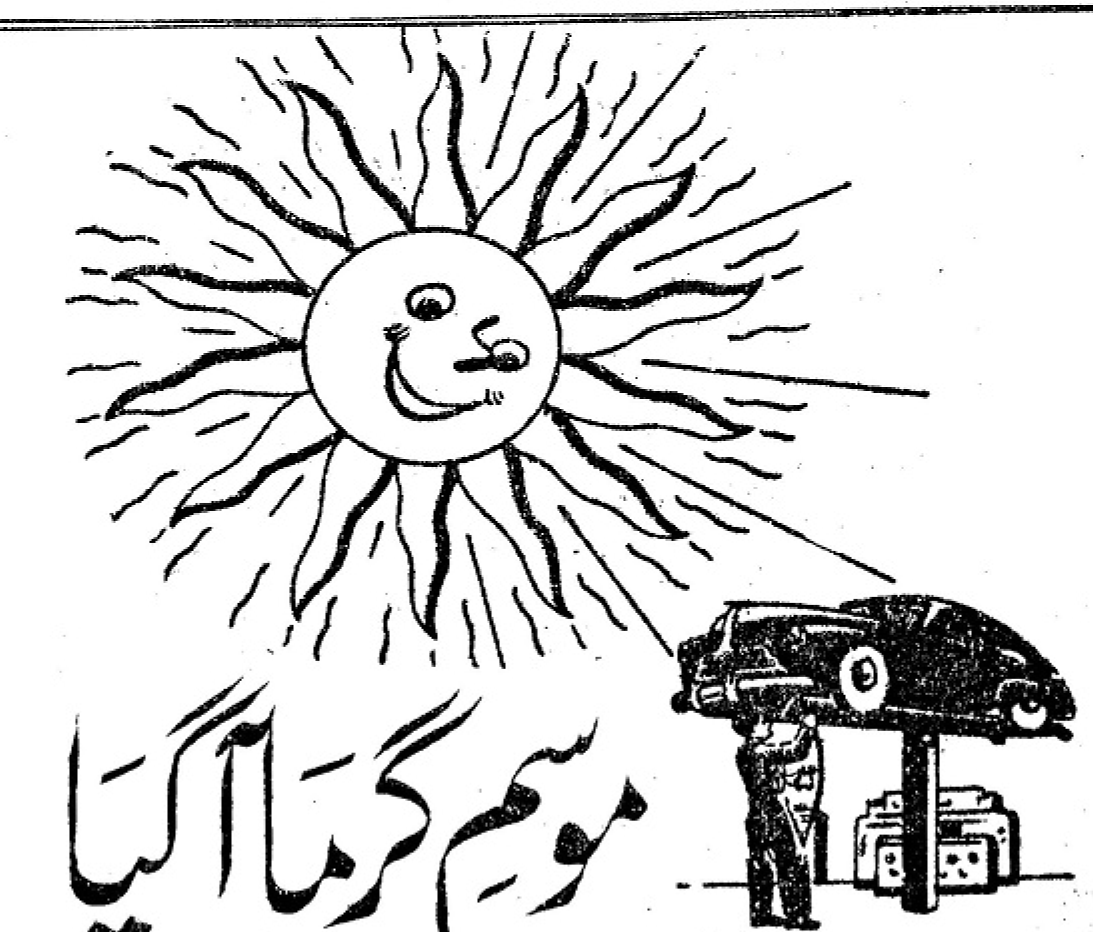

یہی وقت ہے کہ مارفک لبری ٹیکشن کے ذریعہ آپ اپنی موٹر کو گرمی کے مضرت رساں اثرات، گرد اور ریت سے محفوظ رکھیں۔ مارفک لبری ٹیکشن سروس پر باقاعدگی کے ساتھ عمل کرنے سے آپ کی موٹر کی زندگی میں خواہ وہ نئی ہو یا پرانی اضافہ ہوتا رہے گا۔ اور وہ بہتر طریقے پر چلے گی۔ اس "سسٹم" کے مرتب کرنے اور ترقی دینے کی غرض یہ ہے کہ آپ کی موٹر کو مناسب وقفوں پر صحیح طریقہ پر کالٹکس لبری کینٹس سے چکناہٹ حاصل ہوتی رہے۔ لبری کینٹس اعلیٰ کارکردگی اور طویل سروس فراہم کرنے کے لئے خصوصی طور پر تیار کئے جاتے ہیں۔ جو اتفاقی طور پر نہیں بلکہ چارٹ کے ذریعہ تربیت یافتہ میکینک استعمال کرتے ہیں (چارٹ سے مراد آپ کی موٹر کے لئے وہ خصوصی نقشہ یا خاکہ ہے جس میں لبری کیشن کے پوائنٹس، گریس، نپلز وغیرہ دکھائے گئے ہیں، اور موزوں کالٹکس لبریکنٹ اور اس کے طریق استعمال کی وضاحت کی گئی ہے)

کالٹکس لبری ٹیکشن سروس کے لئے اپنے خوش خلق ڈیلر سے آج ہی تعین وقت کر لیں

آپ کی موٹر زیادہ خاموشی اور سکون کے ساتھ چلے گی۔ سفر میں آرام حاصل ہوگا اور موٹر کی زندگی میں اضافہ ہوگا

کالٹکس
پٹرولیم پروڈکٹس

مارفک
MARFAK
Lubrication
لبری ٹیکشن

قرانی فکر کی نشر و اشاعت

آپ اس میں کس طرح حصہ لے سکتے ہیں

طلوع اسلام قرانی فکر کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے - ظاہر ہے کہ اسکا لٹریچر جسقدر زیادہ شائع ہوگا اسی قدر قرانی فکر عام ہوگا اور اسی نسبت سے قرانی انقلاب قریب سے قریب تر آتا جائیگا - اس کے لئے طلوع اسلام نے "پیشگی خریداران" کی اسکیم جاری کی ہے - یعنی اگر آپ ایک سو روپیہ پیشگی ادا کردیں (یک مشت یا دس* روپے کی ماہانہ اقساط میں) تو آپ کا حساب کھول لیا جائیگا اور اس میں سے آپ کو طلوع اسلام کی شائع کردہ کتابیں بلا محصول ڈاک گھر بیٹھے ملتی جائینگی تا آنکہ آپ کی پیشگی رقم پوری نہ ہوجائے - اس طرح — — —

- آپ کی پیشگی رقم سے ہمیں مزید کتابیں شائع کرنے میں سہولت مل جائیگی - اور
- آپ کو طلوع اسلام کی کتابیں بلا محصول ڈاک خود بخود ملتی چلی جائینگی - اگر آپ اس وقت تک اس اسکیم میں شامل نہیں ہوئے تو اب شامل ہوجائیے -

* پہلے ماہانہ قسط کی رقم کم سے کم پچیس روپے تھی لیکن اب متعدد قارئین کے اصرار پر اسے بدل کر دس روپے کر دیا گیا ہے - جو احباب دس روپے سے زیادہ قسطیں دینا چاہیں وہ دے سکتے ہیں -

* * *

ابلیس و آدم

سب سے پہلا انسان کس طرح معرض وجود میں آیا؟ آدم اور خلافت آدم کا مفہوم کیا ہے؟ ابلیس کیا ہے اور آویزش ابلیس و آدم کیا؟ وحی کیا ہے اور وحی نے انسان کو کیا عطا کیا؟ ان سوالات کے قرآنی جوابات اس کتاب میں دیکھئے -

صفحات ۳۷۶ قیمت آٹھ روپے

ہر فرد کی عقل

کا تقاضا اس کے اپنے مفاد کا تحفظ ہے ۔
اسی طرح
ہر قوم کا تقاضا اس قوم کے مفاد کا تحفظ ہے ۔

نہ فرد کی عقل

کسی دوسرے فرد کا مفاد سوچ سکتی ہے اور نہ

قوم کی عقل

کسی دوسری قوم کے مفاد کا خیال رکھ سکتی ہے ۔ لہذا

فرد یا قوم

کے بس کی بات نہیں کہ وہ نوعِ انسانی کے مفاد کے لئے
کوئی نظام وضع کرے ۔
ایسے نظام کا سر چشمہ وحی ہے ۔

وحی کا عطا کردہ نظام کیا ہے ؟

اسے

☆ نظامِ ربوبیت ☆

(از - پرویز)

میں ملاحظہ کیجئے ۔

قسم اول : کاغذ سفید کرنافلی جلد مضبوط مع گردپوش - چھ روپے
قسم دوم : کاغذ میکانیکل صرف گرد پوش کے ساتھ ۔ چار روپے

ناظم ادارہ طلوع اسلام - پوسٹ بکس نمبر ۲۳۱۲ - کراچی-۳

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 23/1 Fowler Lines, Napier Barracks, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM